سلسلہ تاریخی جلد اول

اطلبوا العلم ولو کان فی الصین



شعرائے عجم کی سوانح عمریان اور اونکے کلام کا انتخاب معہ ترجمہ انگریزی

مترجمہ و مؤلفہ

محمد شفیع الدین خان مراد آبادی

بار اول

بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ مین طبع ہوئی

بقلم مشتاق احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم	وز ہرچہ گفتہ ایم و شنیدہ ایم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر	ما ہمچنان در اوّلِ وصفِ تو ماندہ ایم

سلف سے لیکر اب تک جسقدر حکماء اور فلاسفر گذرے ہین۔ سب نے بلا اختلافِ آراء مان لیا ہے کہ تاریخ و سوانح عمری۔ علم فلسفہ کے بعد اہلِ دنیا کی ضروریات پوری کرنے کے لئے لابد ہین۔ سوانح عمری اور تاریخ بڑی پرانی چیز ہین۔ اگر آپ اب سے دو ہزار برس پیشتر یونان کی طرف عالمِ خیال مین سیر کرین تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ پلوٹارک (Plutarch) جسکی بیش بہا اور اول درجہ کی سلاست و متانت لئے ہوئے سوانح عمریاں اب تک ہماری نظرون کے سامنے موجود ہین اوسی زمانہ مین تھا اگر علم تاریخ و سوانح عمری نہوتا تو ہم دنیا کے حالات سے محض بے خبر رہتے۔ سوانح عمری اور تاریخ ایک ہی صدف کے دو موتی یا ایک ہی کان کے دو جواہر آبدار ہین۔
انسان کی سوانح عمری سے اوسکے عروج و زوال کی صحیح تصویر اوسکی چال ڈھال کا

اصلی اندازہ۔ جو جو کام اوس نے کئے ہین اونکا مفصل حال معلوم ہو جاتا ہے
جیسے رنگین تصویرین مختلف رنگون سے آدمی کی صورت اور لباس کا نقشہ دکھلاتے
ہین اوسی طرح سوانح عمری مین مکمل طور سے انسانی فوٹو نظر پڑتا ہے۔ یون سمجھو کہ انسانی
زندگی کا پانورا ما سوانح عمری ہے جسمین وہ چلتا پھرتا باتین کرتا اور اپنی کارگزاریان
دکھلاتا نظر آتا ہے۔ آپ اس مجموعہ ہی کو ملاحظہ فرماسے اسمین آپکو ایک شاندار
اور بھری محفل مین جامیؔ۔ عنصریؔ۔ رومیؔ۔ فردوسی۔ وغیرہ وغیرہ نظر آئینگے۔ کبھی
تصوف مین کلام کرتے ہوئے۔ کبھی نظم مین عشقیہ اور رزم بزم کی داستان
سناتے ہوئے۔ دوسری طرف یہی سخنور فصیح و بلیغ انگریزی مین گفتگو کر رہی ہین۔
کیا یہ مجلس قابلِ رشک نہین ہی؟ اِن لوگون کو گذرے سیکڑون برس ہو گئے مگر
وہ اپنی تصنیفات کے قالب مین ابتک زندہ ہین۔ ہمسے باتین کرتے ہین اپنا حال
سناتے ہین۔ انکے کلام اور انکی تصنیفات کو ہم کیون اور کس وجہ سے اپنے
سر آنکھون پر رکھتے اور مزے سے پڑھتے ہین۔ اس کا سبب یہی مخبر صادق صلعم
کا پاک کلام اطلبو العلم ولو کان فی الصین (حصول علم کی کوشش کرو اگر
وہ چین سے دستیاب ہو) اور ایک پرانا قول ؎

کسب کمال کن کہ عزیز جہان شوی کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

ہے۔ ان لوگون نے اپنی بیش بہا عمر کا بہت سا حصہ طلب علم مین گذارا اور یہ اوسی کی
بدولت ہی کہ دنیا بھر تعریف و تحسین کر رہی ہے۔ نظم کی دنیا مین یون تو بہتیرے قادر الکلام
مصنفین گذرے ہین مگر مین نے خصوصیت کے ساتھ اون ہی کو لکھا ہے جن کے
کلام کو جواہرات کی برابر یورپ تول رہا ہے اور جنکی تصنیفات کو قبولیت کے

زیور سے آراستہ ہوکر جرمنی - فرانسیسی - اسپینی - لاطینی - یونانی - انگریزی - ترکی زبانون مین ترجمہ ہونیکا فخر حاصل ہے -

مجھے افسوس ہے کہ اردو یا فارسی مین ایسی کتابین بہت کم ملین جن سے میری کتاب کی تدوین مین مدد ملتی - جہانتک میرا خیال ہے اب شاید ہی کوئی ایسا سخنور باقی رہا ہوگا جسکے کلام کا یورپین زبانون مین ترجمہ ہوگیا ہو اور مین نے اوسکا ذکر نہ کیا ہو - چند شعراء کی سوانح عمریاں بہت مختصر ہیں افسوس ہے کہ انکے حالات مفصل باوجود تلاش بسیار نہ دستیاب ہو سکے - جسقدر ملے اونہین پر اکتفا کیا گیا - مین نہایت ادب سے سلیمان شوکت - سکندر مرتبت - رکن الدولہ - حافظ الملک ہز ہائنیس حضور **نواب محمد بہاول خان بہادر** نصرت جنگ - جی - سی - ایس - آئی - دام اقبالہم والی ریاست بہاولپور کا دلی شکریہ ادا کرتا ہون کہ حضور ممدوح نے اس ناچیز تالیف کو پسند فرماکر میری امداد فرمائی - خداوند کریم ایسے قدردان رئیس کو جمیع آفات سے محفوظ رکھے - آمین -

عاصی -

محمد شفیع الدین خان عفی اللہ عنہ

مراد آباد ۰ - نومبر سنہ ۱۹۰۳ء

فارسی زبان اور شعرا کی نسبت عالمِ علوم مشرقی اسٹیوارٹ کاسٹیلو کی راے

فصیح۔ بلیغ۔ جامع اور نفیس زبان جو شاعری کے واسطے موزون اور مناسب ہے وہ فارسی ہے۔ نظم کے واسطے یہ شیرین زبان ایسی پُرمایہ ثابت ہوئی ہے کہ جسقدر شاعر عجم مین پیدا ہوے اوس کے عشر عشیر سے بھی یورپ کو افتخار نہین حاصل ہوا۔ حافظ رح سعدی رح تو سرمایۂ ناز ہوئے ہی مگر اور بھی ایسے ہین جنکو یورپ مین بڑی ہی عزت سے سراہتے اور ہم آواز ہوکر اونکے کلام کی عمدگی کا نعرہ بلند کرتے ہین۔ فارسی غزلین اگر چنگ و رباب پر گائی جائین تب بھی مزہ دیتی ہین اور اگر ویسے ہی پڑھی جائین جب بھی لطف حاصل ہوتا ہے۔ فارسی زبان کے مشہور عالم سرولیم جونس جنکے متعدد تراجم کتب مشرقی قالب طبع مین آچکے ہین۔ فرماتے ہین۔

"طبیعت پر گہرا اثر کرنے مین تشبیہات و استعارات مین بےنظیر۔ دلسوزی مین آتش اور زندہ رنگینیون سے پُر۔ پردۂ دنیا پر اگر کوئی زبان ہے تو وہ فارسی ہے۔"

اونکی راے بہت زیادہ وقعت کے قابل یون ہے کہ وہ مشرقی علوم کے مسلّم الثبوت اوستاد اور انگریزون مین مایۂ فخر و ناز ہین۔ اس خزانہ (فارسی) کو انگریز فرنچ جرمن قومون نے ان تھک کوشش اور کامیابی سے حاصل کیا ہے۔ اور واقعی اِن قومونکی کوشش بہت ہی قابلِ ستایش ہے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ ہندوستان مین جہان کے باشندون کو فارسی سے قریبی مناسبت ہے وہ کتابین جن کو یورپ مین علماء

نے اپنی زبانون مین ترجمہ کرکے شہرت حاصل کی ہی اکثر کمیاب ہین۔ ہندوستانیون کی یہ غفلت قابلِ افسوس ہے۔ اوتھون نے اِس علم کی قدر نجانی یہ تو اس قابل تھا کہ سونے کے حروف سے لکھواکر الماریون مین محفوظ رکھا جاتا۔ ہماری قوم کس درجہ قابلِ تعریف ہی کہ اوس نے اول تو غیر زبانون مین دستگاہ کامل پیدا کی اوسکے بعد اُن علوم کی عمدہ عمدہ اور بیش بہا کتابون کا ترجمہ کرکے اپنے ہم قومون کے واسطے آگاہی کا دروازہ کھول دیا۔ مین نے فارسی زبان بڑی مشکل سے حاصل کی اور مجھے اسکی تحصیل مین بڑی دقتون کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ خلاق ازل نے ہماری طبیعت بڑی مشکل پسند بنائی ہی۔ ہم جب تک کامل طور سے ایک چیز کو نہین حاصل کر لیتے طبیعت کو چین نہین پڑتا۔ اور ولایت مین تو خاصکر بڑی دقت ہی کیونکہ وہان اَور علوم کے تو عالم بہت مگر فارسی دان کم ہین۔ اسوجہ سے خدا جانے کن کن دقتون کا سامنا ہوا۔ جب کہین جاکر مین فارسی کی شیرینی کا مزہ چکھنے کے قابل ہوا۔ سر ولیم جونس دیوان حافظ کے دیباچہ مین لکھتے ہین۔

"فارسی زبان پر عبور کر لینا بڑی جوانمردی کا کام ہی۔ ترجمہ مین گو محنت بہت ہوتی ہی اور حتی الوسع ایسی کوشش سے ترجمہ کیا جاتا ہی کہ مطالب اور الفاظ غیر زبان کے پورے ادا ہون۔ مگر جو اصل مین خوبی ہوتی ہی وہ نقل مین کہان۔ لاکھ فارسی کو انگریزی ڈریس پہنایا تو کیا ہوتا ہے۔ ہان صرف فارسی سے ناآشنا سمجھ لیتے ہین۔ مگر وہ اس بیوٹی (خوبصورتی) کو نہین جان سکتے۔ جو اصل زبان مین ہوتی ہے۔ طبیعت کا خاصہ ہی کہ جب کوئی شخص کسی زبان کو حاصل کر لیتا ہے تو اوسکا دل چاہا کرتا ہی کہ اوس زبان کی عمدہ عمدہ تصانیف کو اپنی زبان مین ترجمہ کر لے"

اگرچہ فاضل سر ولیم نے یہ لکھا ہے مگر ابتک بہت سی مشرقی کتابون کے ترجمے فرانسیسی۔ جرمنی۔ انگریزی مین ہو چکی ہین اور آجکل جس شخص کے قلم سے ہو بہو الفاظ عبسیّ اور بندش لیئے ہوئے نکلتے ہین وہ مسٹر فاربس[*] فاکنر ہے۔

اس عالم مین یہ عجیب بات ہی کہ جیسی سلاست اور فصاحت اصلی فارسی اور سنسکرت مین ہوتی ہی بجنسہ ویسی ہی ترجمہ مین ادا کرتا ہی۔ مرحوم سر گور اوسلی نے انتقال سے پیشتر ایک مجموعہ فارسی مضامین کا ترتیب دیا تھا جسکو ایشیاٹک سوسائٹی نے چھاپا ہی مجھے بھی اوسکے مسودہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ سبحان اللہ کیا موتی پروئے ہین۔ اور کس تحقیق سے مضامین لکھے ہین۔ یو ہین تو مونئی کوشش کی ایک حکایت سناتا ہون کتاب الغنی مصنفہ ابو الفرج علی بن حسن بن محمد قریشی الاصفہانی (جو فن موسیقی مین اعلےٰ درجہ کی کتاب ہی) نہین دستیاب ہوتی تھی۔ محققون کو تلاش تھی جب مصر نے فرانس سے جنگ ہوئی اوسوقت یہ کتاب مونشیر ریج کو ملی۔ یہ قلمی ہے ابتک رائل لائبریری مین رکھی ہوئی ہی۔ خط نہایت پاکیزہ اور مضمون بہت اعلےٰ درجہ کا ہے اسکا مصنف ابو الفرج ۲۸۴ ہجری مین پیدا ہوا تھا اور اوس نے یہ کتاب خلیفہ ہارون رشید عباسی کے حسب الحکم تصنیف کی تھی۔ اسمین ایک سو راگ بجانے کی ترکیبین درج ہین۔ اس کتاب کا انگریزی مین بھی ترجمہ ہو گیا ہی اور علم موسیقی مین انگریزی راگ کے ساتھ مشرقی چاشنی دیکر ایک معجون مرکب ماہران موسیقی نے طیّار کی ہی۔

سر ولیم جونس کے علاوہ اٹکنس۔ چیمبر اور وان ہیمر نے بھی فارسی شعراء کی کلام

---

[*] ایشیاٹک جرنل سوسائٹی مین مشرقی کتب کے تراجم یہ صاحب شائع کرتے ہین ۱۲ مترجم

کے ترجمے یورپ مین بکثرت شائع کئے اور یورپ نے جتنی اِن عالمون کی قدر کی اوس سے زیادہ کے یہ قابل تھے - اب مین ایشیائی خوشنویسی کا تذکرہ کرتا ہون - خوش قسمتی سے جہان مشرق مین ایسے بے نظیر سخنور گذرے ہین وہان خوش نویسی کے ماہرین کی بھی کمی نہین - ایشیائی بادشاہون اور امیرون کو ہمیشہ شوق رہا ہے کہ عمدہ عمدہ کتابین مطلّا و مذہّب خوشخط لکھواکر الماریون مین رکھین - بہت سی ایسی کتابین آجکل یورپ مین موجود ہین جنہین دیکھکر آنکھون مین نور پیدا ہوتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ اللہ اکبر ایسے بھی جادو رقم گذرے ہین - ان کتابون کا کاغذ سمجھ مین نہین آتا کہ کس چیز کا بنا ہوا ہے - چکناہٹ اور چمک داری کی جہت سے تو ریشم کہہ سکتے ہین لیکن ریشم کی کیا حقیقت ہے - روشنائی ایسی نفیس اور روشن کہ صدہا برس گذر گئین مگر کیا مجال جو ذرا بھی خراب ہوئی ہو - متن مین نہایت عمدہ گلکاری کی ہوئی اور اوس مین سونا بھرا ہوا -

امپیریل لائبریری وائنا مین ایک نسخہ قلمی دیوانِ کامل کا رکھا ہوا ہے - خط کا تو کیا کہنا مگر اوس مین جو تصویرین بنی ہوئی ہین وہ لاجواب ہین - اِس زمانہ مین کوئی مصوّر ایسا نہین جو اُس قسم کی تصویرین بنا سکے -

مسٹر ایڈورڈ مور مصنف ہندو پنتھین کے پاس چند نہایت نادر کتبے تھے جسمین سے ایک ۱۴½ فیٹ لانبا تھا - انڈیا ہوس لائبریری مین مطلّا کتبے اور مذہب قلمی کتابین کثرت سے ہین - قرآن مجید کے بعض نسخے ایسے چھوٹے اور باریک خط مین لکھے ہوئے ہین کہ جب تک آئی گلاس سے نہ دیکھے جائین ایک حرف بھی نہین سوجھتا - مگر خط نہایت پاکیزہ - تعجب ہے کہ کاتب

کہان کے تیز نظر تھے !

ایک نسخہ راماین کا بھی موجود ہے وہ بھی ایسا ہی عُمدہ ہے۔ غرض کہ مشرق بلحاظ شاعری اور خوش نویسی ابتک معراج کمال پر ہے اور یورپ کسی حالت مین مقابلہ نہین کرسکتا۔

اسٹیوارٹ کاسٹیلو

از اسٹیا ٹک جرنل

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ

در شعر سہ کس ہمیبرانند   فردوسی و انوری و سعدی

بقول ٹی جانسن ایلبری شیخ ۵۸۰ھ ہجری مین خاکِ پاک شیراز کے قصبہ طاؤس مین پیدا ہوئے۔ آپکے والد بزرگوار کا نام شیخ عبداللہ بن شرف الدین تھا۔ یہ بزرگ صوفی منش اور بہت ہی پاک طبیعت کے آدمی تھے۔ شاہ اتابک سعد زنگی انکی بیحد تعظیم و تکریم کرتا اور انکے ارشاد کو بمنزلہ فرض جانتا تھا اِس لئے شیخ کو آنکھ کھولتے ہی ایسی صحبت نظر پڑی جسمین علماے کرام۔ صوفیاے عظام کا مجمع تھا۔ کیونکہ شیخ کا گھر بزرگون کی نشست۔ اور شیخ کی صحبت ذی عزت امرا کا حلقہ تھی۔ اوسوقت شیراز کی ایسی حالت نہ تھی کہ کوئی ذہین طالب علم اپنے علم کا دائرہ وسیع کرتا۔ کیونکہ ملاؤن کا زور شور ترقی پر اور جہالت کا دریا اُمنڈ رہا تھا۔ شیخ بچپن ہی سے

بالاے سرش ز ہوشمندی   مے تافت ستارۂ بلندی

کا مصداق اور ہر علم مین تہ تک پہونچنے والا آدمی تھا۔ فیاضِ قدرت نے اسکی طبیعت مین روزِ ازل ہی سے علمی ذوق و شوق بھر دیا تھا مگر شیراز اس آرزو کے پورا کرنے کے لئے قطعًا ناکافی تھا۔ شیخ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار اور شیخ مصلح الدین رح سے پائی۔ ۹ برس کی عمر مین قرآن مجید حفظ کیا۔ صرف و نحو کی کتابین ختم کین۔ اور تیرہ ۱۳ سال کی عمر مین حج بیت اللہ سے فارغ ہوا۔ شیخ کے والد

علم موسیقی کے کامل تھے اور اُس زمانہ مین یہ فن معیوب نہین سمجھا جاتا تھا (اسحق موصلی کے حالات ملاحظہ ہون) اس لئے شیخ بھی اس فن مین طاق ہو گیا اس سے خدانخواستہ یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ بزرگ مراثی یا گوّیا تھا یا اس کے بزرگون کا یہ پیشہ تھا۔ بلکہ جہان اور علم تحصیل کرتے تھے وہان یہ بھی تھا۔ ورنہ شیخ کا خاندان ایسا نجیب و شریف تھا کہ لوگ جوتیان اوٹھانا فخر سمجھتے تھے۔

جلال الدین بغدادی نے حیات سعدی مین اور مسٹر ہمبرگ نے مفصل کیفیت لکھی ہے ہم پہلے ہی لکھ چکے ہین کہ شیخ کا دل شیراز کی حالت دیکھ کر نہ لگتا تھا اور زیادہ بے چینی یون تھی کہ طلب علم کا کوئی ذریعہ نہ دکھلائی دیتا تھا۔ مدرسی تو بہتیری تھی مگر وہان وہی کٹھ ملّا جو ذرا سی بات مین تکفیر کا فتوی لگا دینے کو طیار رہتے تھے۔ مدرس تھے۔ پھر ایسے متعصب اور کُندہ ناتراش معلّمون سے کیا حاصل ہوتا؟ مجبوری ستّرہ برس کی عمر مین والدین کی وفات کے بعد یہ قطعہ پڑھتا ہوا بغداد کی جانب روانہ ہوا۔

دلم از صحبت شیراز بکلی بگرفت	وقت آنست کہ پرسی خبر بغدادم
سعدیا حب وطن گرچہ حدیث ہست صحیح	نتوان مُرد بہ سختی کہ من اینجا زادم

بغداد اوسوقت مین مخزن علم و ہنر تھا۔ ہارونی و مامونی شان و شوکت کے آثار اور علمی اکھاڑے ابتک موجود تھے۔ مشہور نظامیہ کالج جسکی حسرت ناک سوانح عمری سے تاریخ بغداد بھری پڑی ہے اوسمین شیخ داخل ہوا۔ ذہین اور ہونہار طبیعت نے اوستادون کو اپنے اوپر مائل کرالیا۔ اور معقول وظیفہ بھی مقرر ہوگیا۔ شیخ کی واسطے اور کیا چاہیئے تھا۔ بفراغ خاطر تحصیل علم مین مشغول ہوا۔ پہلے علم تفسیر پڑھا۔ برس

دن مین امتحان کے بعد اُن طلبا سے اچھا رہا جو برسون سے تحصیل علم کر رہے تھے
تین یا اس سے کم ماہ مین دینیات پڑھ کر یورپین زبانون کی طرف متوجہ ہوا۔
پہلے لاطینی پڑھی اور اُس کو چھ ماہ مین سیکھ لیا۔ چھ مہینے مین غیر زبان سیکھنے کی یہ
وجہ ہوئی کہ بغداد مین تمام دنیا کے آدمی موجود تھے۔ سعدی رح کو ہر ملک کی زبان اور
طرز معاشرت جاننے کا شوق تھا اور نظامیہ کالج مین جو جا ہو بکثرت موجود تھا۔
سعدیؔ سا آدمی۔ علم کا بھوکا۔ کیسے اِن انمول جواہرات کو چھوڑتا۔ خوب دونون ہاتھون
سے رولا۔ اور اتنا جھولی مین بھرا کہ جگہ نہ رہی۔ جب شیخ کو لاطینی خوب آگئی تو یونانی
زبان کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ زبان وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی اِس لئے اسکو
مخزن کہتے تھے۔ ہومر کی نظم پر جو قیمتی شرح لکھی ہے وہ ابتک یورپ مین تعجب سے
دیکھی جاتی ہے۔
سنسکرت زبان شیخ نے ہندوستان مین سیکھی اور اوسپر بھی ایسا عبور کیا کہ
برہمنون تک کو حیران کر دیا۔ اسکے بعد ہیئت۔ نجوم۔ طبیعیات۔ فلسفہ۔ منطق۔
اور ریاضی مروجہ علوم تحصیل کئے۔
اب ہمین کچھ شیخ رح کی تصوف کا ذکر کرنا چاہیے۔ اسکے واسطے یہ ہی کافی ہے
کہ سعدی رح کے والد خود بڑے صوفی اور اوستاد شیخ مصلح الدین رح تو کان تصوف
تھے۔ اِن دونون نے اسکے دل کو اس پاک تلقین سے منور کر دیا تھا اور اوس کے
بعد خاندان سہروردیہ کے بانی شہاب الدنیا والدین حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی
کی صحبت نے رہی سہی کمی پوری کر دی تھی۔ گو شیخ سہروردی تھا مگر حال قال کی محفلون
مین برابر شریک ہوتا تھا۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ قوالی کا عاشق تھا

یا بغیر گانا سنے اوس کو چین نہین آتا تھا۔ بلکہ ایسی مجلسون مین جاکر اوسکی روحانی قوتین بڑھتی تھین۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اوسکا مبلغ علم کیا تھا۔ اگر وہ شاعری مین ہومر تو حکمت مین ارسطو تہا۔ لاطینی مادری زبان کی طرح بولتا تھا۔ جو نوٹ اسنے لاطینی شعرا کی کتابون پر روئے ہین وہ آندس مین ابتک یادگار ہین۔ جہان جہان گیا وہان کی زبان ضرور سکیھ لی۔ تقریر مین ایسا جادو تھا کہ چھوٹے سے لیکر بڑے تک ہر شخص اسکے ایک ایک لفظ پر فریفتگی ظاہر کرتا تھا۔ عبرانی اور سریانی زبانین بھی بخوبی آتی تھین۔ چند محققون نے لکھا ہے کہ شیخ رح چھبیس زبانون کا عالم تھا۔

ہندوستان مین کوئی جانتا بھی نہین کہ سوائے گلستان۔ بوستان کے اور بھی کسی علم مین شیخ کی تصنیف ہے۔ گو شیخ رح عالم تھا مگر کبھی ممبر پر کھڑے ہوکر وعظ نہین بیان کیا۔ شیخ کی تصنیفات تقریباً ایکسو پچاس ۱۵۰ ہین جو اس نے ہر علم مین لکھی ہین مگر جنکی شہرت ہندوستان مین ہے وہ صرف گلستان۔ بوستان۔ کریما۔ اور کلیات سعدی ہین۔ ہزلیات بھی اسی بزرگ کی طرف منسوب کی جاتی ہین جو چند شریر النفس اشخاص نے خبث باطنی مٹانے کے لئے تصنیف کرکے چھپکا دئے ہین جہانتک عقل تقاضا کرتی ہے اور جس پہلو پر سوچا جاتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہلا شیخ سا بزرگ جامع العلوم شخص ایسی واہیات باتین لکھتا۔ دوسرے ان ہزلیات کی عبارت شیخ کے مضمون سے لگا کھاتی ہے۔ ہمنے جہانتک یورپین محققون اور مورخون کے اقوال ہزلیات سعدی کے بارے مین تلاش کئے سب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کسی ذات شریف کی کارستانی ہے۔ خوش قسمتی سے ہمین ایک ایسی معتبر

اور زبردست شہادت ملگئی جسکا مرتبہ اور شہادتون سے بلند ہے۔ یعنی ملا حمید الدین سیالکوٹی پرائیوٹ سکرٹری بہادر شاہ ابن اورنگ زیب اپنی مبسوط تصنیف گلشن ایران مین لکھتا ہے " سعدی رح کی ہزلیات دیکھ کر مجھے سخت تعجب ہوا کہ ایسا مہذب فاضل اور اسقدر فحش و ہزل لکھے۔ تحقیق سے ثابت ہوئی کہ یہ شرارت نور جہان کی ہے۔ اس نے چند شیرازیون کو پوشیدہ بلوا کر یہ ہزلیات تصنیف کرائین اور سعدی علیہ الرحمہ کے نام کے ساتھ چپکا دین۔ جو لوگ اس مشورہ مین شریک تھے اونمین سے صرف دو کا نام معلوم ہوسکا۔ ایک علی نقی۔ دوسرا علی حیدر ان دونون شریرون نے ہزلیات بڑی کوشش سے ایک جماعت کے مشورہ سے تصنیف کین اور ہزارون روپیہ نقل نویسون کو دیکر نقل کرایا۔ اور مختلف ممالک مین تقسیم کرادیا۔ مجھے تحقیق معلوم ہے کہ پہلے سعدی رح کی ہزلیات کا نام بھی نہ تھا نور جہان کے وقت سے یہ صورت پیش آئی ہے "

شکر ہے کہ ملا حمید الدین کی کوشش نے یہ بدنما دھبہ سعدی رح کے دامن سے مٹا دیا۔ بہت سے عیسائی علماء نے بھی سعدی رح کا تذکرہ کیا ہے مگر کسی نے اشارتاً بھی یہ نہین لکھا کہ یہ ہزلیات اسی کی تصنیف ہین۔ سید انشاء اللہ خان انشا بھی یہی لکھتے ہین۔ شیخ کی تصنیفات مین سب سے بڑی اور بیش قیمت کتاب سلطنت عباسیہ کی چھ سو برس کی تاریخ ہے۔ بدقسمتی سے ہندوستان مین یہ کتاب ناپید ہے۔ البتہ فرانس۔ جرمنی۔ انگلستان مین اسکے ترجمے ہوگئے ہین۔ دوسری ضخیم اور بیش بہا تاریخ جزائر افریقیہ ہے۔ اسکی بھی چار جلدین ہین۔ جہانتک تحقیق ہوا ہے شیخ کی تصنیفات تعداد مین ۱۵۰ ہین۔ مگر انمین بہت سی ایسی بھی

ہین جو دوسرون کے نام سے اشاعت پا گئے ہین۔ ارسطو اور فلاطون نے فلسفہ پر جو نئے نئے مسائل لکھے ہین سعدیؒ نے اونپر نہایت قابلیت سے نکتہ چینی کی ہے۔ شیخ نے سیاحت بہت کی۔ یون خیال کرنا چاہیئے کہ اسکی عمر شریف کے پورے سو برس سیاحت مین گزرے۔ اور دنیاے معلوم کے کل حصص مین گیا۔ اپنے سفرنامہ مین پورا حال لکھا ہے۔ جب تمام مین گردش لگا چکا تو اپنے وطن مالوفہ مین چلا آیا۔ جب یہ شیراز سے مجبوری جدا ہوا تھا تو اوسوقت ملّاؤن کی زبردستی یہ ازبک اور غیاث الدین کے حملون نے شہر کو نیم جان کر دیا تھا۔ مگر اب وہ باتین نہین یہی تفقین اتابک ابوبکر نے جاہل مولویون سے شیراز کو پاک وصاف کر دیا تھا اور قاعدہ بھی ہے کہ جب بڑھاپا آجاتا ہے تو ہر آدمی کو وطن یاد آیا کرتا ہے ؎

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر	خارِ وطن از سنبل وریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی میکرد	مے گفت گدا بودن کنعان خوشتر

شیراز مین جب پہونچا تو یہ اشعار ورد زبان تھے۔ ؎

ندانی کہ من در اقالیم غربت	چرا روزگارے بکردم درنگے
برون رفتم از تنگ ترکان کہ دیدم	جہان درہم افتاد چون موی زنگی
ہمہ آدمی زاد بودند لیکن	چو گرگان بخونخوارگی تیز چنگی
درون مردمی چون ملک نیک محضر	برون لشکرے چون ہزبران جنگی
چو باز آمدم کشور آسودہ دیدم	پلنگان رہا کردہ خوئے پلنگی
چنان بود در عہدِ اول کہ دیدم	جہان پر ز آشوب و تشویش و تنگی
چنین شد در ایام سلطان عادل	اتابک ابوبکر بن سعد زنگی

یا ایک وہ زمانہ تھا کہ "دلم از صحبت شیراز بکلی بگرفت" اسکی زبان سے نکلا تھا پھر تمام عمر شیراز سے نہ گیا۔ ابتک مقبرہ زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے اور سیّاحون کی سب سے زیادہ دلچسپی کا باعث ہے۔

قصیدہ[۵]

آسمان راحق بود گر خون ببارد بر زمین | بر زوالِ مُلکِ مستعصم امیر المومنین

ای محمد گر قیامت می برآری سر ز خاک | سر برآور دین قیامت در میان خلق بین

نازنینان حرم را خونِ خلقِ نازنین | ز آستان بگذشت ما را خون دل از آستین

زینہار از دور گیتی و انقلاب روزگار | در خیالِ کس نگشتی کانچنان گردد چنین

دیدہ بردار ای کہ دیدی شوکتِ بیت الحرام | قیصرانِ روم سر بر خاک و خاقان بر زمین

خونِ فرزندانِ عمِ مصطفےٰ شد ریختہ | ہم بر آن خاکی کہ سلطانان نہادندی جبین

بعد ازین آسایش از دنیا نباید چشم داشت | تیر در انگشتری ماند چو برخیزد نگین

دجلہ خونناب است زین پس گر نہد سر در نشیب | خاکِ نخلستانِ بطحیٰ را کند با خون عجین

نوحہ لایق نیست بر خاکِ شہیدان زانکہ ہست | کمترین دولت مرایشان را بہشتِ برترین

لیکن از روی مسلمانی و راہِ مرحمت | مہربان را دل بسوزد در فراقِ نازنین

باش تا فردا کہ بینی روز داد و رستخیز | کز لحد با روی خون آلودہ برخیزد دفین

تکیہ بر دنیا نباید کرد و دل بر وی نہاد | کاسمان گاہی بمہر است ای برادر گہ بکین

زور بازوی شجاعت بر نیاید با اجل | چون قضا آید نماند قوت رای رزین

تیغ ہندی بر نیاید روز ہیجا از نیام | شیر مردی را کہ باشد مرگ پنہان در کمین

۵؎ اس قصیدہ مین بغداد کی تباہی کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دلی رنج مین ڈوبے ہوئے ہین ۱۲

تجربت بفایده ست آنرا که برگردید بخت　　حمله آوردن چه سود آنرا که برگردید زین
سرکسانند از پے مردار دنیا جنگجو　　اے برادر گر خردمندی چو سیمرغان نشین

غزل

اے باد صبحدم خبر دلستان بگو　　وصف جمال آن بت نامهربان بگو
بگذار مشک و بوئی سر زلف او بیار　　یاد شکر مکن سخنی زان دهان بگو
بستم به عشق موی میانت کمر چو موز　　گر وقت بینی این سخن زان دهان بگو
با بلبلان سوخته بال ضمیر من　　پیغام آن دو طوطی شکرفشان بگو
سعدی ز دست رفت بدستان روزگار　　نزدیک دوستان من این داستان بگو

بعض کا اعتراض ہے کہ شیخ رح متعصب تھا وہ خود گلستان مین لکھتا ہے۔

یکے جہود و مسلمان خلاف می جستند　　چنانکه خنده گرفت از نزاع ایشانم
بطنز گفت مسلمان گر این قباله من　　درست نیست خدایا جہود میرانم
جہود گفت بتوریت می خورم سوگند　　دگر خلاف کنم ہمچو تو مسلمانم
گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد　　بخود گمان نبرد ہیچ کس که نادانم

واقعی ہر شخص اپنے ہی مذہب کو اچھا سمجھا کرتا ہے۔
اب ہم کچھ کلام انگریزی قالب کا بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔

CONTENTMENT.

From the Bostan.

Smile not, nor think the legend vain
That in old times a worthless stone

Such power in holy hands could gain,
That straight a silver heap it shone.
Thy alchemist Contentment be,
Equal is stone or or to thee.

The infant's pure unruffled breast,
No avarice nor pride molest:
He fills his little hands with earth,
Nor know that silver has more worth.

The sultan sits in pomp and state,
And see the dervish at his gate;
But yet of wealth the sage has more
Than the great king, with all his store

Rich is a beggar, worn and spent,
To whom a silver coin is thrown;
But Fredoun was not content,
Though Ajam's kingdom was his own!

On True Worth.

Although a gem he cast away,
And lie obscured in heaps of clay,
Its precious worth is still the same;
Although vile dust be whirled to Heaven,
To such no dignity is given,
Still base as when from earth it came.

Other.

I saw the demon in a dream,
But how unlike he seemed to be,
To all of horrible we deem,
And all of fearful that we see.
His shape was like a cypress bough,
His eyes like those that Houris wear,
His face as beutiful as though
The rays of Paradise were there.
I near him came, and spoke — "Art thou,"
I said, "indeed the Evil one?

No angle has so bright a brow,
Such yet no eye has looked upon.
Why should mankind make thee a jest,
When thou canst show a face like this
Fair as the moon in splendour drest,
An eye of joy, a smile of bliss!
The painter draws thee vile to sight,
Our baths thy frightful form display;
They told me thou wert black as night,
Behold! thou art as fair as day!"
The lovely vision's ire awoke,
His voice was loud, and proud his mien,
"Beleive not, friend," 'twas thus he spoke,
"That thou my likeness yet hast seen;
The pencil that my portrait made.
Was guided by an envious foe;
In paradise I man betrayed,
And he, from hatered, painst me so."

حکیم ابو القاسم منصور فردوسی طوسی

دنیا کو اپنی سحر بیانی سے حیران کردینے والا فردوسی طوس کے موضع شاداب مین پیدا ہوا۔ فردوسی کا باپ مولانا فخر الدین احمد بہت بڑا عالم اور مذہبی پیشوا تھا فردوسی کے باپ نے اسکے پیدا ہونے پر خواب دیکھا کہ منصور ایک بلند کوٹھے پر چڑھ گیا۔ اور قبلہ رُو ہو کر سجدہ کیا اور نعرہ مارا۔ چارون طرف سے مرحبا کی صدائین بلند ہوئین۔ یہ خواب دیکھ کر اوسکی آنکھ کھلگئی۔ اور وہ شیخ نجیب الدین معبّر کے پاس گیا۔ یہ شخص تعبیر کہنے مین بہت مشہور تھا۔ معبّر نے کہا کہ منصور کے آیندہ قسمت بہت زبردست ہے۔ اور اس کے قلم کا شہرہ اکناف عالم مین بلند ہو گا۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ خلّاق ازل نے فردوسی کی طبیعت مین مادہ شاعری پہلے ہی سے ودیعت کردیا تھا۔ بچپن مین اسکا دل بہتے ہوئے دریا۔ موسم بہار اور جنگل کے سبزہ مین لگتا تھا۔ اور وہ قدرتی منازل کو بڑی دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے باپ ہی سے پائی۔ اوس کے بعد علامہ قطب الدین دمشقی کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا۔ معمولی تعلیم کے بعد قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ مگر خدا معلوم کونسی وجوہات پیش آئین جنکی وجہ سے اس نیک ارادہ کو پورا نکرسکا۔ نظامی سمرقندی لکھتا ہے کہ فردوسی نے نصف کلام پاک حفظ کرلیا تھا۔ مگر اسکی کوئی وجہ نہین لکھی کہ پورا کیون نہ حفظ کیا۔ علامہ قطب الدین

کے بعد خواجہ ناصرالدین طوسی سے ریاضی پڑھی۔ علوم دین تحصیل کرنے کے بارہ مین صرف اتنا ہی پتہ چلتا ہی کہ مختلف علماسے پڑھا اور جوں جوں عمر بڑھتی گئی شاعری کا شوق پیدا ہوتا گیا۔ کبھی کبھی آسدی طوسی سے بھی اصلاح لیا کرتا تھا۔ ایک دن فردوسی اپنے دوست محمد شکری کے پاس بیٹھا ہوا گزشتہ شاہان ایران کی تاریخ کا ذکر کر رہا تھا۔ محمد شکری نے کہا کہ اگر تم واقعات نظم کرنے پر کمر باندھو تو یہ کام بقائے دوام رکھتا ہی۔ فردوسی نے کہا کہ یہ خیال میرے دل مین کئی ماہ سے جاگزین ہی مگر افسوس کہ تاریخ نہین۔ محمد شکری نے خوش ہو کر کہا کہ تاریخ میرے پاس ہی بسم اللہ کر کے شروع کیجئے۔

فردوسی اُس کتاب کو لیکر مسرت انگیز خیالات مین ڈوبا ہوا شیخ محمد معشوق طوسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو اُس زمانہ مین بہت بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے گیا اور نہایت ادب سے اپنا مقصد عرض کر کے دعا کی درخواست کی۔

بزرگ شیخ نے فردوسی کے حق مین دعا کی اور ایک سفارشی رقعہ ابوالمنصور حاکم طوس کو جو شیخ رح کے مریدان خاص مین سے تھا لکھدیا۔ اس خط نے فردوسی کو اوج پر پہونچا دیا۔ اور حاکم طوس نے ایسی ہی جلیل القدر شاعر کی قدر کی جیسے ایک بادشاہ کر سکتا ہے۔ فردوسی نے بہت جلد حسب الارشاد ضحاک اور فریدون کی داستان نظم کر کے پیش کی۔ ابوالمنصور کو بہت پسند آئی۔ انعام و اکرام دیکر آگے لکھنے کے واسطے ارشاد ہوا۔ فردوسی نے ابھی تعمیل حکم نہ کی تھی کہ حاکم موصوف کا درد قولنج سے انتقال ہو گیا۔

فردوسی کو اپنے سرپرست کے گذر جانے کا بہت صدمہ ہوا چنانچہ وہ شاہنامہ مین

اپنے رنج کو مندرجہ ذیل غمناک الفاظ مین ادا کرتا ہے۔

چنان نامور گم شد از انجمن | چو از باد سرو سہی در چمن
دریغ آن کمربند و آن گرد گاہ | دریغ آن کئی برز بالاے شاہ
گرفتار دل زو شدہ نا امید | روان لرز لرزان بکردار بید
ستم باد بر جان آنماہ و سال | کجا بر تنِ شاہ شد بد سگال
یکے پند آن شاہ یاد آورم | ز کسری روان سوے داد آورم
مراگفت کاین نامۂ شہریار | اگر گفتہ آید بہ شاہان سپار
دل من بگفتارِ او رام شد | روانم بدین شاد و پدرام شد

ابو المنصور مرتے وقت فردوسی کو وصیت کر گیا تھا کہ جہانتک ہو سکے سلطان محمود غزنوی کے پاس جانے کی کوشش کرنا۔ وہ ایک قدردان بادشاہ ہے ضرور عزت افزائی کریگا۔ فردوسی نے یہ بات گرہ مین باندہ لی۔ ابو المنصور کے بعد ارسلان خان گورنر طوس مقرر ہو کر آیا۔ فردوسی اوس سے ملا۔ اوس نے بھی غزنی جانے کی ہدایت کی۔

عظیم سمرقندی نے ایک اور وجہ بھی غزنی جانے کی لکھی ہے مگر وہ قابلِ قیاس نہین ہے اس لئے ہم اُس سے قطع نظر کرتے ہین۔ غرض فردوسی غزنی روانہ ہوا۔ غزنی مین اوسکی آمد کی خبرین اور کمال کا شہرہ پہلے ہی پہونچ چکا تھا۔ عنصری۔ رودکی۔ عسجدی وغیرہم کو جو دربار سلطانی کی زینت تھے از راہ حسد فردوسی کا آنا ناگوار گذرا۔ اور اونہون نے ایک خط فردوسی کو لکھا کہ تم یہان آکر کیا کروگے جب ہماری ہی قدر نہین ہوتی۔ تو تمھاری کیا عزت ہوگی۔ یہ بیچارہ محض بیخبر ہرات مین

مقیم تھا کہ یہ خط ملا۔ تمام قدردانی کی امیدین یاس کے ساتھ مبدّل ہوگئین۔ اس اثنا مین فردوسی کی خوش قسمتی سے بدیع الدین میرمنشی دربار اور عنصری وغیرہ مین شکر رنجی ہوگئی اور بدیع الدین نے محض اِن شعرا کو زک پہونچانے کے لئے فردوسی کو سارا فریب کا حال لکھدیا۔ اسنے خدا کا شکر کیا اور میرمنشی کے رقعہ کے جواب مین یہ تین شعر شکریہ کے لکھ کر خود بھی روانہ ہوگیا۔

بگوش از سروشم بسے مژدہاست | دلم گنج گوہر زبان اژدہاست
بہ سنجد بمیزان من عنصری | گیاہ چون کشد پیش گلبن سری
ز بے دانشی باشد و کودکے | کہ راسے فرزونی زند رودکی

ان ہی دنون مین سلطان محمود نے سات شعراے دربار کو تاریخ ملوکِ عجم نظم کرنیکا حکم دیا تھا اور ہر شاعر جان لڑا رہا تھا۔ ناظرین کی واقفیت کے لیے اُن ساتون شاعرونکے نام لکھے جاتے ہین۔ عنصری۔ فرخی۔ زینی۔ عسجدی۔ چنگیزن خرمی۔ ترمذی۔ واقعی یہ شاعر اپنے فن کے اوستاد اور آسمانِ شاعری کے ستارے تھے۔ مگر تاریخ عجم کا منظوم کرنا فردوسی کی قسمت مین لکھا تھا۔

سلطان محمود کا دربار نہ صرف شعرا ہی سے بھرا ہوا تھا بلکہ اوس مین ہر علم و فن کے ماہر جمع تھے۔ مورخین نے بقاے دوام کا تاج اس بادشاہ کو بھی پہنایا ہے اور اُس کو قدردان سلاطین کے زمرہ مین شامل کیا ہے۔ فردوسی منزلین طے کرتا ہوا غزنی پہونچا۔ اور ایک باغ مین مقیم ہوا۔ اتفاقاً وہان عنصری۔ عسجدی۔ فرخی۔ یہ تین شاعر بیٹھے ہوئے اپنے کام کو انجام دے رہے تھے۔ فردوسی بھی وہین چلا گیا۔ اِن تینون کو ایک غیر شخص کا مخل ہونا برا معلوم ہوا۔ مگر للکارنا

بھی خلاف تہذیب تھا۔ تینوں نے صلاح کی کہ نو وارد کو محکِ امتحان پر کسنا چاہیے اگر پورا اوترے تو خیر ورنہ ذلیل ہوکر خود چلا جائیگا۔ اتنے مین فردوسی نے بھی سلام علیکم کی چنانچہ اونھون نے اپنا گڑھا ہوا منصوبہ ان الفاظ مین بیان کیا کہ۔

"ہم تینون بادشاہی حکم سے تاریخ سلاطین عجم منظوم کر رہے ہین ہمنے تین مصرعے تو موزون کر لئے ہین۔ چوتھے کی تلاش ہے۔ فردوسی نے کہا فرمائیے مین بھی سُنون۔ شاید مجھسے موزون ہو جائے چنانچہ اونھون نے حسب ذیل مصرعے پڑھے۔

عنصری۔ چون عارضِ تو ماہ نباشد روشن

فرخی۔ مانند رخت گل نبود در گلشن

عسجدی۔ مژگانت گزر ہمے کند در جوشن

فردوسی نے فی البدیہہ کہا۔ مانند سنانِ گیو در جنگِ پشن

یہ سُنتے ہی سب متعجب رہ گئے اونھون نے گیو اور پشن کی اصلیت دریافت کی فردوسی نے پورا واقعہ سُنا دیا۔ پھر اونھون نے شاعری پر دقیق سوالات کئے اُس امتحان مین بھی فردوسی پورا اوترا۔ اثنائے گفتگو مین اونھین معلوم ہوگیا کہ یہ فردوسی ہے۔ جب تو رہے سہے حواس اور بھی غائب ہوگئے۔ اونھون نے کوشش کی کہ فردوسی دربار مین باریاب نہونے پائے۔ ادھر بدیع الدین بھی انہ قندھار ہوگیا۔ ناچار فردوسی سرای مین مقیم ہوگیا۔ شدہ شدہ یہ خبر سلطان کے مصاحب خاص ماہک کے بھی گوشگذار ہوئی۔ وہ آیا اور نہایت عزت

سے باکمال شاعر کو اپنے گھر لیگیا۔ اور اطمینان دلایا کہ بارگاہ سلطانی مین بھی آپکی رسائی ہو جاے گی۔ ماہک نے شعراے دربار کے حال سے بھی آگاہ کیا کہ آجکل فلان حصہ تاریخ کا نظم ہو رہا ہے۔ فردوسی نے کہا کہ اگر میری رسائی دربار تک ہو جاے تو پھر شاعری کے جوہر دکھلاؤن۔ یہ واقعی بات ہے کہ اور شاعر سوچ سوچ کر اشعار موزون کرتے تھے اور فردوسی اوسی وزن کے فی البدیہ کہدیتا تھا۔ شاہنامہ پر ایک نظر ڈال جاے کہین آورد کا نام بھی نپائیگا۔
ایک دن عنصری نے دربار مین عرض کیا کہ جسقدر حصہ نظم ہو چکا ہے اجازت ہو تو پیش کیا جاے۔ سلطان نے اجازت دی۔ واقعی عنصری نے بہت محنت سے وہ حصہ نظم کیا تھا۔ فوقیت کا سہرا اسی کے سر پر باندھا گیا۔ سلطان نے بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔ ماہک نے بھی یہ قصہ فردوسی سے بیان کیا۔ فردوسی نے کہا کہ اگر آپکو دو تین شعر عنصری کے یاد ہون تو سنائیے۔ ماہک نے یہ دو شعر سنائے

بیا بودی از خنجر آبگون | ہر آنگہ کہ تشنہ شدی تو بخون
و اندام موے تو دشنہ شود | زمانہ بخون تو تشنہ شود

یہ اشعار اُس موقعہ کے ہین جب رستم نے دہوکہ دیکر سہراب کو پچھاڑا ہے۔ اوسوقت سہراب نے یہ حسرت ناک الفاظ کہے ہین۔ فردوسی نے کہا اگر آپ صلاح دین تو مین بھی رستم و سہراب کی داستان نظم کرون۔ ماہک نے کہا کہ آپکے پاس تاریخ کہان فردوسی نے تاریخ دکھلائی۔ ماہک بہت خوش ہوا کہ آپ ضرور داستان نظم کیجیے فردوسی نے چند روز مین واقعہ نظم کر کے حوالہ کیا۔ اور ماہک نے موقعہ پاکر سلطان کی خدمت مین پیش کیا۔ سلطان نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کے اشعار ہین؟

حاکت نے مفصل کیفیت فردوسی کی عرض کی۔ سلطان شرمندگی کے ساتھ خوش ہوا اور بہت ہی افسوس کیا کہ فردوسی کے آنے کی خبر ابتک ہمارے کانوں تک نہ پہونچی۔ دوسرے دن سلطان نے اپنے محلسرا کے دروازہ پر ایک صندوق رکھوا دیا اور اعلان عام کردیا کہ جو کوئی براہ راست ہمسے ملنا چاہے اپنی عرضداشت اس صندوق میں ڈالدی۔ فردوسی دوسرے دن دربار میں پیش ہوا۔ سلطان نے معذرت چاہی۔ تب تو اور بھی یہ باکمال شاعر جھک گیا۔ سلطان نے اوسی داستان کو پڑھنے کا حکم دیا۔ فردوسی نے نہایت خوبی سے پڑھا۔ پھر محمود نے پوچھا۔ تیرا وطن کہاں ہے؟ عرض کیا۔ طوس! فرمایا۔ طوس کسنے آباد کیا؟ فردوسی نے اسپر تاریخ طوس بیان کردی۔ سلطان بہت خوش ہوا۔ اور روزانہ حاضری کے واسطے حکم دیا۔

دوسرے دن دربار میں فردوسی نے یہ اشعار پڑھے۔

چو خورشید ہرگاہ بنمود تاج ۔۔۔ زمین شد بکردار تابندہ عاج
چہ گوئی کہ خورشید تابان کہ بود ۔۔۔ کزو در جہان روشنائی فزود
ابوالقاسم آن شاہ فیروز بخت ۔۔۔ نہاد از بر تاج خورشید تخت
ز خاور بیاراست تا باختر ۔۔۔ پدید آمد از فرّ او کانِ زر
مرا اخترِ خفتہ بیدار گشت ۔۔۔ بمغز اندر اندیشہ بسیار گشت
چو دانستم آمد زمانِ سخن ۔۔۔ کنون نو شود روزگار کہن
بر اندیشۂ شہریار زمین ۔۔۔ بخفتم شبے دل پُر از آفرین
دلِ من چو نور اندرین تیرہ شب ۔۔۔ نخفتہ گشادہ دل و بستہ لب

چنان دید روشن روانم بخواب | که رخشنده شمع برآمد ز آب
همه روے گیتی شب لاجورد | ازان شمع گشتی چو یاقوت زرد

تمام دربار مرحبا کہہ اوٹھا۔ سب سے زیادہ عنصری بیتاب ہوگیا۔ دوڑ کر فردوسی کے لبون پر بوسہ دیا۔ ہاتھ چومے اور فی البدیہہ یہ اشعار تعریف مین پڑھے۔

سخن گرچہ آمد ز چرخ لبند | تو بارش برآن بردی ای ہوشمند
تو داوی درین عرصہ داد سخن | کہ بادی ستودہ بہر انجمن
نمودہ ہنر عقربت بے شما | بماند چو نامت سخن یادگار
تو شاہنشہ ملک نظم دری | و بندت بہ پیشت کمر عنصری

سلطانی حکم فردوسی ہی کو تاریخ نظم کرنیکا ہوا۔ سلطان محمود نہایت منکسر مزاج اور قدردان بادشاہ تھا۔ انکساری ظاہر ہے کہ فردوسی سے معذرت چاہی۔ ورنہ بادشاہون خصوصًا سلطان محمود سے عظیم الشان اور اولو العزم بادشاہ کو کیا غرض پڑی تھی جو کسی شاعر سے معافی چاہتا۔

ایک دن چند اشعار سلطان نے ایاز کی تعریف مین پڑھے اور چاہا کہ اور شعرا بھی ایاز کی توصیف مین کچھ کہین۔ بھلا کس کی مجال تھی کہ فردوسی کے سامنے دم مار سکتا۔ سب نے متفق اللفظ اسی کی طرف اشارہ کیا۔ فردوسی نے یہ دو بیتین فی البدیہہ عرض کین۔ ؎

مستست بتا چشم تو و تیر بدست | بس کس کہ ز تیر چشم مست تو بخست
گر پوشد عارضت زرہ عذرش ہست | کز تیر نہ ترسد ہمہ کس خاصہ زمست

یہ دو بیتین سلطان کو اتنی اچھی معلوم ہوئین کہ وہ نہایت سرگرمانہ الفاظ مین گویا ہوا۔

" للہ درک یا فردوسی کہ مجلس ما را چون فردوس منور ساختی "
ایک عظیم الشان حکمران کی زبان سے یہ الفاظ بہت بڑا پایہ رکھتے ہین۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ کسدرجہ قدر شناس تھا۔ سلطان نے حکم دیا کہ فلان محل جو ہماری خوابگاہ کے قریب ہے فردوسی کے واسطے آراستہ کیا جائے۔ فردوسی نے یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ اُس جگہ سب آلاتِ حرب اور شاہانِ باستان ایران کی قدآدم تصویرین بھی مہیا کیجائین۔ سلطان نے حسن میمندی وزیر کو حکم دیا کہ فاضل شاعر کی ہر خواہش پُوری کیجائے اب فردوسی شاہنامہ تصنیف کرنے بیٹھا۔ سوائے آیاز حسن میمندی اور چند خدمتگارون کے اور کوئی جانے نہ پاتا تھا۔
آیاز فردوسی کو باپ کہا کرتا تھا اور فردوسی بھی اوس سے بیٹون کی طرح محبت کرتا تھا۔ سلطان نے حکم دیدیا تھا کہ جب ہزار بیت ختم ہو جائین فوراً ہزار اشرفیان دیدیجایا کرین۔ یہ ہزار اشرفیان وہ تھین جو تنخواہ اور اُجرت تصنیف کے علاوہ بطور انعام دیے جانے کا حکم تھا۔ اسطرح فردوسی نے ۳۵ برس کی محنت مین ساٹھ ہزار شعر پر شاہ نامہ ختم کیا۔ اس ۳۵ برس مین سلطان کے دل پر حسن میمندی اور دیگر مخالفین سے نے مخالفت کے سکے جمانے۔ مگر عقلمند اور فیاض محمود پر ذرا اثر نہوا۔
غرض جب شاہ نامہ مکمل ہوگیا۔ تو سلطان نے حکم دیا کہ ساٹھ ہزار اشرفیان فردوسی کو دیدی جائین۔ اسکے علاوہ اور انعام و اکرام معہ خلعت وغیرہ علیحدہ دربار مین عطا ہوگا۔ پھر سلطان نے نہایت جوش مین کہا۔ " از ابتدائے ظہور صناعت شعر تا اکنون کسے بدین طرز و اسلوب سخن خوب نگفتہ و ہیچ جواہر لآلی کلام موزون بدین طرز نسفتندہ۔"

که گوید چنین نظم چون در روان
که گوید چو فردوسی اندر جہان

رسید صیت لطفش بچرخ بلند | کہ گفتہ است نظمے چنین ارجمند
ز الفاظ او بوئی جان مے دہد | ز ترکیبش آبِ روان مے چکد
درآن دم کہ تیغِ زبان برکشید | صفِ جملۂ شاعران بر درید
بمیدانِ دانش جوان پیلتن | نادیدیم نظم آور و تیغ زن
بہ پیشم چو بکشود گنجِ گہر | کنون پیلوارش دہم گنجِ زر

یہ سُنکر خواجہ حسن میمندی خاموش ہو رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ سُلطانی حکم کے واسطے مستعد ہے۔ سلطان کو یہ سکوت ناگوار گذرا۔ دریافت کیا۔ خواجہ نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کے نزدیک یہ عطیّہ تو ذرّہ کی برابر بھی وقعت نہین رکھتا۔ مگر جب فردوسی کے پاس پہونچے گا تو وہ ضرور شادی مرگ ہو جائیگا۔ سُلطان نے جواب دیا کہ وہ ایسا عالی ظرف ہی کہ یہ قلیل سونا اوسے موت کے دروازہ تک نہین پہونچا سکتا۔

خواجہ صاحب نے دیکھا کہ یہ داؤن بھی نہ چلا۔ عرض کیا۔ اچھا حضور پہلے ساٹھ ہزار روپیہ بھیجدیجئے۔ بعد ازان اشرفیان دیجئے۔ سلطان نے بھی کچھ سوچ کر منظور کیا۔ اور ساٹھ ہزار روپیہ ایاز کے ہاتھ بھجوا دئے۔ فردوسی حمام سے نکلتا تھا کہ ایاز نے روپیہ پیش کیا۔ اس نے نہایت افسوس سے کہا کہ میری ۳۵ برس کی محنت کی سلطان نے اچھی قدر افزائی کی۔ ساٹھ ہزار اشرفیون کی بجائے ساٹھ ہزار روپیہ دئے۔ آیاز نے حسن میمندی کی تمام شرارت بیان کی۔ فردوسی نے سنکر چالیس ہزار ایاز کو دئے اور بیس ہزار کا ایک پیالۂ شربت لیکر پی گیا۔ اور نہایت غمگین لہجے مین کہا کہ سلطان سے جاکر عرض کردو کہ اسقدر جو مینے محنت کی اوسکا معاوضہ صرف اتنا ہی تجویز کیا گیا ۳۵ برس کی جانکاہی کی قدر دانی کلھم ۶۰ ہزار روپیہ۔ اگر ایسا ہی بخل مزاج مین تہا تو کاہکو

یہ روپیے بھی بھیجے۔

ایاز یہ تقریر سنکر نہایت افسردہ ہوا اور اُس نے جاکر سلطان سے عرض کردیا۔ سُلطان نے حسن میمندی کو بلاکر گرم گرم الفاظ مین کہا۔ "اے مفسد بواسطہ این حرکات عرض مارا عرضہ توبیخ و تشریب شعرا ساختی۔ و بانواع نکوہش و ندام در زبان آن طایفہ انداختی۔"

بات بنا دینا تو حسن میمندی کے بائین ہاتھ کا کام تھا عرض کیا۔ "صلۂ بادشاہان از یکدرم تا صد درم مساوی ست۔ اگر مشتِ خاک از حضرت سلطان بدو فرستادند بایستی کہ از روے اعزاز و اکرام انرا بجاے جواہر در باصرہ کشیدے۔ و بساط رفاعت و حماقت بسبر پنجہ ادب و کیاست در نور دیدے۔"

سُلطان پر اس تقریر نے جادو کا کام کیا۔ اور وہ سمجھ گیا کہ فردوسی سخت گستاخ اور بے ادب ہے۔ کہا۔ "آن قرمطی را بامداد در پاے پیل اندازم و عقوبت او را عبرت سائر بے ادبان سازم۔"

ایاز نے فوراً یہ خبر فردوسی کو پہونچائی اور کہا خیر اسین ہے کہ صبح کو سلطان کے قدمون پر گر کے عفو تقصیر کرالے۔ ورنہ تیرا سر اور ہاتی کا پیر ہوگا۔ دوسرے دن فردوسی نے یہی کیا کہ جب سلطان فجر کی نماز پڑھکر باغ مین ٹہل رہا تھا اپنی جاے قیام سی نکلکر جو سلطانی سیرگاہ کے قریب تھی محمود کے قدمون پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔

"حاسدان در حضرت بادشاہ چنان عرض کردہ اند کہ بندہ از قرامطہ و روافضہ ست تا کہ خلاف نمودہ اند۔ این بندہ را یکے ازان طوائف شمارند و خطاب قتل دار یا سیت روح از جان ناتوان بردارند۔"

چو در ملک سلطان که خرش ستود | بسے ہست ترسا و گبر و یہود
کز ایشان بجز یہ کفایت کنند | ز زر و مال خون شان حمایت کنند
گرفتند در ظل عدلش قرار | شدہ ایمن از گردش روزگار
چہ باشد کہ سلطان گردون شکوہ | زہے را شمارد یکے از گروہ

سلطان محمود کے غصہ پر پھر اوسکی قدر دانی نے غلبہ کیا اور تمام غضب فرو ہو گیا۔ اوٹھکر فردوسی کو گلے لگا لیا اور کہا جو سختی تیرے ساتھ ہوئی ہے اوسکی معافی چاہتا ہون۔ اور جو بے ادبی تو نے کی ہے اوسکو معاف کرتا ہون۔ فردوسی اپنے قیام گاہ پر واپس آیا اور دلمین سوچا کہ یہان کا کچھ اعتبار نہین۔ ذراسی دیر مین تولہ ذراسی دیر مین ماشہ۔ سلطان کے مزاج کا کیا ٹھیک۔ گاہے بہ سلامے برنجند گاہے بدشنامے خلعت دہند۔ نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ کئی ہزار شعر جو شاہنامہ مین شامل نہ کئے تھے پھاڑ کر جلادئے اور ایاز کو ایک لفافہ دیکر ہدایت کردی کہ بیس دن کے بعد سلطان کی خدمت مین پیش کردینا۔ اور آپ بادل ناخواستہ رات کے وقت چلدیا۔ جامع مسجد غزنی مین دیوار پر یہ دو بیتین جاتے وقت لکھ گیا۔

خجستہ درگہ محمود زاولی دریاست | چگونہ دریا کا نرا کرانہ پیدا نیست
بسے غوطہا زدم و ندرین ندیدم در | گناہ بخت منست این گناہ دریا نیست

بیس دن کے بعد ایاز نے فردوسی کا لفافہ سلطان کی خدمت مین پیش کیا کھول کر دیکھا تو لکھا ہوا تھا۔

ایا شاہ محمود کشور کشاے | زکس گر نہ ترسی بترس از خداے
کہ پیش از تو شاہان فراوان بدند | ہمہ تاجداران گیہان بدند

اگر شاہ را شاہ بودے پدر　　بسر برنہادے مرا تاج زر

شعر تو بہت ہین مگر بخوف طوالت اتنے پر ہی اکتفا کیا گیا۔

غزنی سے نکلنے کے بعد فردوسی جابجا پھرتا رہا۔ مگر جہان گیا اوسکی کمال نے قدر کرائی۔ آخر بغداد شریف مین خلیفہ کے یہان نہایت عزت اور حرمت سے رہنے لگا اور بقیہ عمر یہین بسر کرنیکا ارادہ کیا۔

اسکے بعد بڑے جھگڑے قضیے ہوئے۔ آخر سلطان محمود انار اللہ برہانہ نے اسکی محنت اور ۳۵ برس کی جانکاہی کو یاد کرکے ساٹھ ہزار اشرفیان معہ معذرت نامہ کے بھیجین۔ اشرفیون سے پہلے معذرت نامہ پہونچگیا۔ فردوسی نے خدا کا شکر ادا کیا۔ ابھی زر موعود کے آنے مین چند روز باقی تھے کہ فردوسی ایک شاہراہ پر جارہا تھا جہان اسنے ایک بچہ کی زبانی یہ شعر سُنا۔ جو نہایت جوش وخروش مین پڑھتا چلا جارہا تھا۔

اگر شاہ را شاہ بودے پدر　　بسر برنہادے مرا تاجِ زر

سُنتے ہی فردوسی کے دل پر ایک گھونسہ لگا۔ تمام عرقریزیان اور بدسلوکی جو سلطان کے ہاتھ اوٹھائی تھین یاد آگئین۔ دماغ پر ایسا اثر ہوا کہ بیہوش ہوگیا۔ بمشکل ایک دن جیا۔ نہلا دہولا کر دفن کرنے چلے تھے کہ اشرفیان پہونچین۔

کی مرے بعد اگر اُس نے جفا سے توبہ　　ہائے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

وہ اشرفیان مرحوم شاعر کی بہن کو دیدی گئین۔ جس نے اپنے بھائی کا عظیم الشان مقبرہ بنایا۔ اور گرد اوس کے پختہ نہر بنوادی۔ حکیم ناصر خسرو علوی کے زمانہ تک وہ مقبرہ موجود تہا۔ اس عظیم الشان شاعر کی زندگی یون ختم ہوئی۔

انتخاب از شاہ نامہ

(The Garden of the daughters of Afrasiab)

Look forth, companions, cast afar your eyes
Where yonder many-colored plain extends:
Ah! in my breast what sweat emotions rise!
Behold how each soft charm of nature blends
Into one glorious whole, - grove, mead, and stream, -
A fit abode for heroes it might seem!
The tender silken grass invites the tread;
With musky odour breathes the faninn-gair;
Pure waters glide along their perfumed bed,
As though the rose gave them he essence rare;
The lily stalk bends with her fragrant flower,
The lustre of the rose glads ev'ry bower.
The pleasent walks with graceful pace along,
Soft doves and mournful nightangles are nigh,
Charming the silence with a mingled song,
And murmurs from the cypress-boughs reply.
Oh! never, never, - long as time shall last, -

May shadows o'er these beauteous scenes be cast!
Still may they in eternal splendour glow,
And be like Paradise, as they are now!
There, in gay groups, beneath the trees, beside
Those streams that through the vales in music glide,
Lovely as fairies, beutiful as day,
Are maids who wander on in sportive play.
Afrasiab's daughter there, Manizha bright,
Make the whole garden-like the sun-all light.
Not less majestis, midst the graceful throng,
Her sister, fair Zitlara, sweat and young!
She decks the plain with beuty a she goes,
Before her shrink, ashamed, the jasmine and the rose.
And there are Turkish maids that near them rove,
With forms like cypress-boughs that zephers move;
Locks dark as musk,— and see! each veil disclose
Eyes filled with sleep, and cheeks all full of roses!
Shall we not, friends, turn for a single day,
Check, for so great prize, our onward way?

Stead to those bowers, make the bright nymphs our own,
And bring the lovely prey to Khosrou's throne.

خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی رح

معزز شعراے عجم مین خواجہ حافظ شیرازی رح اپنی سحر بیانی اور شیرین کلامی کی وجہ سے بلند پایہ گنے جاتے ہین یہ وہ شخص ہین جنکے مبارک نام کو یوروپین بڑی عزت سے سراہتے اور پرنس آف لائرک پوئٹیس (PRINCE OF LYRIC POETS) کا خطاب دیتے ہین - قبولیت کلام کے واسطے یہ ہی کافی ہے کہ حضرت کے دیوان کا انگریزی - فرانسیسی - جرمنی - اسپینی - لاطینی - ترکی وغیرہ مین ترجمہ ہوگیا ہے - اور ان زبانون کے جاننے والے نہایت شوق سے آپ کی غزلون کا مطالعہ کرتے ہین - سر ولیم جونس مترجم دیوان حافظ دیباچہ مین رقم فرماتے ہین - "مین نے مشرقی زبانون کے حاصل کرنے مین خوب ہی کوشش کی اور فارسی زبان کے مصنفین کے کلام اور تصانیف کو اچھی طرح دیکھنے کا موقع ملا لیکن جو حلاوت خواجہ حافظ شیرازی کے کلام مین پائی اور کسی کے کلام مین اتنا لطف نہین آیا -

خواجہ صاحب کے دیوان کی تعریف کرنے سے میرا یہ منشا نہین ہے کہ مین اور شعراے عجم کو اونکے آگے ہیچ سمجھتا ہون - نہین بلکہ حافظ چاند اور باقی سب ستارے ہین -" روزگارڈن آف پرشیا مین مسٹر اسٹوارٹ فرماتے ہین - "جیسی کہ

خواجہ حافظ رہ کے ایک معمولی شعر مین ہی دنیا بھر مین کسی شاعر کی عمدہ سے عمدہ پوری غزل مین بھی نہین"

خواجہ حافظ رحمتہ اللہ علیہ سنہ ۱۳۰۰ عیسوی کے جنوری مہینے مین فارس کے شہر شیراز مین پیدا ہوے - ابتدا سے انتہا تک فقر اکے طور پر بسر کی - کبھی کسی امیر یا بادشاہ کے پاس جیسا اکثر شعرا کا دستور ہی سواے شاہزادہ یزد کے نہین گئے شہزادہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے ایسا مشہور تھا کہ حافظ رہ اوس سے محبت کرتے تھے اور وہ بھی مثل فرمانبردار خادمون کے اطاعت کرتا تھا - خواجہ صاحب کا انتقال سنہ ۷۹۱ ہجری مطابق سنہ ۱۳۸۹ عیسوی مین ہوا - آپکا مزار شیراز مین محلہ رکن آباد مصلے کے قریب ہی - جیسا آپکے اس شعر سے ظاہر ہی

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت | کنار آب رکن آباد و گلگشت مصلے را

تاریخ انتقال کسی صاحب نے لکھی ہے مگر نام تحقیق نہو سکا -

چراغ اہل معنی خواجہ حافظ | کہ شمع بود از نور تجلی
چو در خاک مصلی یافت منزل | بجو تاریخش از خاک مصلی
۷۹۱ھ

خواجہ صاحب کے کلام کو بعض اشخاص جنکی سمجھ مین یا تو مطلب نہین آتا ہی یا اور کسی وجہ سے ناپسند کرتے ہین - زیادہ تر نہ سمجھنے کی وجہ ہی - اور ایک کثیر گروہ جس مین یورپین اور ایشیائی ہین بیحد پسند کرتا ہی - انگریزون کے یہان شیکسپیر اور ملٹن دو ایسے زبردست اور قادر الکلام شاعر گذرے ہین جنکی برابر انگلستان آجتک پیدا نہین کر سکا - لیکن خواجہ حافظ کے کلام کے آگے وہ طفل مکتب ہین - خواجہ صاحب کا دیوان تمام مہذب یوروپین زبانون مین موجود ہے - مسٹر کاسٹینو اور ریونی

لکھتے ہین کہ حافظ رحہ کی یہ غزل ؎

مطرب خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بنو

بہتیرون کو یاد ہے۔ خصوصاً مطربون کو۔ انگریز اور فرنچ تعجب کرتے ہین کہ کس بلا کی سحر بیانی حافظ رحہ کے کلام مین آگئی ہے۔ مسٹر اسٹیوارٹ لکھتے ہین کہ جسوقت یہ غزل

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

مشہور ہوئی تو امیر تیمور نے دیکھی اور خواجہ صاحب کو بلا کر کہا کیون جناب مین نے تو کس محنت و مشقت سے بخارا۔ سمرقند فتح کیا اور آپ نے ایک تل پر بخشدیا۔ حافظ صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ جناب ایسی ہی فیاضی سے تو مین نان شبینہ تک کو محتاج ہو گیا۔

شیراز سے تھوڑے فاصلہ پر ایک مقام پیر سبز ہے۔ مشہور تھا کہ چالیس شب تک متواتر جو شخص یہان عبادت کریگا وہ ولی کامل ہو جاوے گا۔ خواجہ صاحب نے آزمانے کا ارادہ کیا۔ اسی زمانہ مین آپ ایک خوبصورت نازنین شاخ نبات کے عشق مین مبتلا تھے مثل فرہاد کے شہزادہ شیراز بھی آپکا رقیب تھا۔ دن بھر کوچہ جانان کی خاک چھانتے اور رات کو پیر سبز پر عبادت کرتے۔ اونتالیسوین دن ایک بزرگ سبز جبہ پہنے تشریف لاے اور ایک پیالہ آپکے منہ سے لگا دیا اور غائب ہو گئے۔ اوسی وقت سے عشق حقیقی غالب ہوا۔ دنیا نظر مین ہیچ معلوم ہونے لگی۔ تمام خیالات جاتے رہے اور جب ہی سے آپنے شاعری شروع کی۔ زمانہ کی حالت کیا خوب بیان فرماتے ہین۔ ؎

این چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم ✦ ہمہ آفاق زپر فتنہ و شرے بینم

دختران را ہمہ جنگ ست و جدل با مادر | پسران را ہمہ بدخواہِ پدر مے بینم
ہیچ شفقت نہ برادر بہ برادر دارد | ہیچ مہرے نہ پدر را بہ پسر مے بینم
ابلہان را ہمہ شربت ز گلاب و قند ست | قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگر مے بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان | طوقِ زرین ہمہ در گردنِ خر مے بینم
ہر کسے روز بہی مے طلبد از ایام | مشکل این ست کہ ہر روز بتر مے بینم

مرزا محمد علی صائب نے اسی مضمون کو یون لکھا ہے۔

یک نفس فارغ ز وسواس تمنا نیستی | از پریشان خاطرے یک لحظہ یکجا نیستی
گرچہ شد محتاج عینک دیدۂ بی شرم تو | ہم چنان چون کودکان سیر از تماشا نیستی
میکند از ہر سرِ مویت سفیدی رادِ مرگ | در چنین وقتے بفکر زادِ عقبے نیستی
گرچہ دندان راز نعمتہای شیرین تاختی | جز بحرف شکوہ ہاے تلخ گویا نیستی

لاہور کے ایک صاحب منشی محمد الدین خلیق نے حیات زیب النسا مین خواجہ حافظ اور مخفی کے کلام کا مقابلہ کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ مخفی کا کلام آپکے کلام کی برابر ہے۔ نہین معلوم اوھون نے یہ کیسے لکھدیا۔ ہم ایک غزل مخفی اور دوسری خواجہ حافظ کی درج کرتے ہین خود ناظرین انصاف کرسکتے ہین۔ مخفی کا کلام بہت اچھا ہے مگر نہ آپکی برابر۔

(مخفی)

در وفا آئین و رسم دوستداران راچہ شد | من اگر دیوانہ گشتم ہوشیاران راچہ شد
روز نومیدی نمی پرسد ز حالِ من کسے | ہم نشینانم کجا رفتند و یاران راچہ شد
ظلم و بیدادی درین دنیای دون از حد گذشت | منجنیقِ چرخ و طرزِ سنگ باران راچہ شد
در گلستانِ امیدم یک گلے سیراب نیست | تازہ کاریہای ایامِ بہاران راچہ شد

از زمین دل سے نے روید گیاہ خرمے | ابر رحمت را چه پیش آمد بهاران را چه شد
نیست محبوبے که یابد رونق بازار عشق | طرۂ شبگون و حسن گلعذاران را چه شد
از صحبت ناله و زاری سے نے آید بگوش | مختفیا خاراشگاف کوهساران را چه شد

(حافظ رح)

یاری اندر کس نمی بینیم یاران را چه شد | دوستی کو آخر آمد دوستداران را چه شد
آب حیوان تیره گون شد خضر فرخ پی کجاست | خون چکید از شاخ گل باد بهاران را چه شد
صد هزاران گل شگفت و بانگ مرغی بر نخواست | عندلیبان را چه پیش آمد هزاران را چه شد
لعل از کان مروت بر نه آید سالهاست | تابش خورشید و سعی ابر باران را چه شد
زهره ساز خود نمی گیرد مگر عودش بسوخت | کس ندارد شوق مستی میگساران را چه شد
کس نمی گوید که یارے داشت حق دوستی | حق شناسان را چه حال افتاد یاران را چه شد
گوی توفیق و سعادت درمیان افگنده اند | کس بمیدان در نمی آرد سواران را چه شد
حافظ اسرار الهی کس نمی داند خموش | از که می پرسی که دور روزگاران را چه شد

(قطعه)

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و بخت و تخت | بادت اندر هر دو گیتی برقرار و بر دوام
سال خرم فال نیکو مال وافر حال خوش | اصل ثابت نسل باقی تخت عالی بخت رام

(رباعیات)

جز نقش تو در نظر نیامد ما را | جز کوی تو رهگذر نیامد ما را
خوش آمده خواب جمله را در دیده | حقا که بچشم در نیامد ما را

دیگر

برگیر شراب طرب انگیز و بیا
پنهان ز رقیب سفله بستیز و بیا
نشنو سخن خصم که بنشین و مرو
بشنو از من ای نگارو برخیز و بیا

دیگر

ایام شباب است و شراب اولی تر
هر غمزده مست و خراب اولی تر
عالم همه سر بسر خراب است خراب
در جای خراب هم خراب اولی تر

قصیده

خیر مقدم مرحبا ای طائر میمون قدم
شادمان کردی مرا نازم ترا سر تا قدم
میکنم در هجر تو انجام آغاز نیاز
زانکه شرح آرزومندی نیاید در قلم
تا بدائی تو که هجران خون عاشق میخورد
ناله شبگیر در کارست و آه صبحدم
صحبت عشاق بدنامت کند زاهد برو
خوش نگه کن باده در جام ست و مجلس منتظم
گر چنین در حلقه سجد زلف افعی بندیک
مهره نتوان برد آسان ای دل افسونی بدم
گر حریم کعبه خواهی دان جمال بی نقاب
لاله و گل دان همه خار بیابان حرم
آن گذشت ای دل که خواری دیدار دست رقیب
یار باز آمد بحمد الله عزیز و محترم
ساقیا می ده که رندیهای حافظ سهو کرد
نوک کلک خواجه بر منشور حافظ زد رقم
خواجه توران شاه عادل دل جلال ملک و دین
بدر آفاق سعلی عون الوری غوث الامم
کان مروی و مروت معدن صدق و صفا
جوهر عدل و سیاست عنصر لطف و کرم
رافع اوضاع بدعت ناصر اعلام دین
ماحی آثار طغیان قاطع ظلم و ستم
آستانت موضع دولت نه اکنون ست و بس
دار دائن قصر معلی نقش تاریخ قدم

بخت بیدارت چو می آمد بصحراے وجود — خفته بد گردون هنوز اندر شبستان عدم

قلب بدخواهان شکست احوال ما بر جای تو — هر کرا دل شکند فیروز گردد لاجرم

هان نه پنداری که تنها میزنی بر قلب خصم — همت ارباب دل با تست ارباب کرم

شرح احوال تو الحق بو العجائب دفتریست — بنده یارب کے تواند کرد شکر این نعم

تا لبم مهجور بود از خاک بوس درگهت — درد نوش درد بودم با ندیمان ندم

با شما اخلاص هر یک حاجت تقریر نیست — علم آصف دیده باشد سالها در جام جم

تا جهان باشد به نیکی در جهانت باد نام — این دعا بر انس و جان گشت از دل و جان فرض هم

انتخاب از دیوان حافظ

THE FEAST OF SPRING.

My breast is filled with roses,
My cup is crowned with wines;
And by my side reposes.
The maid I hail as mine.
The monarch, whereso'er he be,
Is but a slave compared to me!

There glare no torches throwing,
Shall in our bower be found;

Her eyes, like moon-beams glowing,
Cast light enough around:
And well all odours I can spare,
Who sent the perfume of her hair.

The honey-dew thy charm might borrow,
Thy lips alone to me is sweat;
When thou art absent, faint with sorrow,
I hide me in some lone retreat.
Why talk to me of power or fame,
What are those idle toys to me?
Why ask the praises of my name;
My joy, my triumph is in thee!

How blest am I! around me, swelling,
The notes of melody arise;
I hold the cup, with juice excelling
And gaze upon thy radiant eyes.
Oh Hafiz! — never waste thy hours,

Without the cup, the lute, and love!
For, tis the sweatest time of flowers,
And none these moments shall reprove.
The nightangles around thee sing,
It is the Joyous feast of Spring.

(The Season of the roses.)

String the lyre! – has Fortune ever
Given to men of worth their due?
Then, since vain is all endeavour,
And we scorn her malice too,
Why should we refuse to share
All the joys these hours prepare?
Now the air is filled with mirth;
Now the roses spring from the earth;
Now they blown, but now alone, —
Fear not, though the wise reprove;
Ere their soft perfume be gone,
Raise the soul to verse and love.
Oh Hafiz! it were shame to say,

— In nightangles like us, 'twere treason;
That we, who make the magic lay,
Sang not te the rose's season.

مولانا جلال الدین محمد رومی قدس سرہ

ایشیائی شاعری اور تصوف کے دربار میں مولانا جلال الدین محمد رومیؒ کو اگر مولانا نظامی جامی - حافظ رحمۃ اللہ علیہم کی برابر بٹھایا جائے تو بجا ہے - مولانا بلخ صوبہ خراسان میں پیدا ہوئے - آپکے پدر بزرگوار کا اسم مبارک مولانا بہاؤ الدینؒ تھا - یہ وہ زمانہ تھا کہ جب خراسان کے تخت حکومت پر خوارزم شاہ سا زبردست حکمران براج رہا تھا - مولانا کے والد خراسان کے زبردست اور صوفیاء عظام میں سے تھے - فارس کے اطراف کے لوگ آپ کے وعظ و نصیحت کے شائق ہو کر آیا کرتے تھے آپکا انتقال ۶۳۱ھ ہجری مین ہوا - بعد انتقال مولانا جلال الدین محمد رومی قدس سرہ سجادہ نشین ہوئے - آپ جیسے قادر الکلامی اور شاعری مین مشہور تھے ویسے ہی تصوف اور اسرار الہی مین اپنے والد کے قدم بقدم الولد سرّ لابیہ کے مصداق تھے باتین مختصر اور کم کیا کرتے تھے - آپ شباب کے زمانہ مین اپنے والد ماجد کے ساتھ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے - نہایت محبت سے حضرت شیخ نے آپکے حق مین دعا کی - آپ مولانا شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہین اور مرید بھی کیسے اعلےٰ پایہ کے - مولوی محمد اکبر صاحب تاریخ تذکرۃ الکرام

مین لکھتے ہین کہ جب مولانا شمس الدین تبریزیؒ بلخ مین وارد ہوے۔ مولانا رومی
چونکہ خود صاحب باطن اور مولانا شمس الدین کو پہچاننے والے تھے اس لئے ہر وقت
ساتھ رہا کرتے تھے۔ لوگون نے حضرت شمسؒ کی ظاہری خستہ حالت دیکھ کر اعتراض
کیا کہ مسلمانون کے قاضی کو ایک غیر متشرع شخص کے ساتھ نہ رہنا چاہیئے
چنانچہ چند بد باطنون نے جمین مولانا رومی کا لڑکا بھی تھا حضرت شمس کے شہید
کرنے کا ارادہ کیا۔ اور مولانا کے دولت خانہ پر جمع ہو کر آئے۔ آپ کوٹھری
مین بیٹھے ہوے باتین کر رہے تھے۔ اُن کمبختون مین سے ایک نے آواز دی۔
حضرت شمس نے فرمایا کہ مجھے شہید کرنے کو بلاتے ہین۔ الوداع۔ جُون ہی باہر
تشریف لائے ایک شخص نے چھُری ماری۔ آپکے مُنہ سے نعرہ نکلا وہ سب مردود
ازلی بیہوش ہوگئے۔ کچھ دیر کے بعد جب افاقہ ہوا تو دیکھا کہ سوائے چند قطرہ خون
کے اور کچھ نہین۔ مولانا رومؒ نے بیٹے کے حق مین بد دعا کی اور اوسکے جنازہ مین بھی
نہین شریک ہوئے۔ مولانا رومؒ کا کلام نہایت درجہ لطیف اور دلچسپ ہے۔
مشرقی زبانون کے عالم سر ولیم جونس لکھتے ہین "مولانا رومؒ کا کلام ایسا
دقیق اور تصوف سے بھرا ہوا ہے کہ سوائے حافظ رحہ کے اور کسی کو برابری کی عزت
نہین دیجا سکتی۔"

مولانا رحہ نے اپنے پیر کی بہت تعریف کی ہے چنانچہ مندرجہ ذیل غزل مین بھی رعایت
رکھی ہے۔

غزل

مذاقِ عاشق دارم پئے دیدار میگردم	نہ من بیہودہ در ہر کوچہ و بازار میگردم

شراب شوق مے نوشم بگرد یار میگردم
سخن مستانہ میگویم ولے ہشیار میگردم

ہزاران غوطہا خوردم درین دریائے بے پایان
برای گوہر معنی بدریا قعر مے گردم

بیا شاہا عنایت کن تو مولانای رومی را
غلام شمس تبریزم قلندر وار میگردم

کیسے صوفیانہ رنگ مین ڈوبے ہوسے اشعار ہین۔ اسپر شاہ معین الدین صاحب خاموش حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے تضمین فرمائی ہے۔

پریرو کا ہوا سودا پریشان حال ہون ہر دم
متاع دل دیا ہون مین نکیون ہو دل مرا برہم

جو جی چاہے سو کہتی ہی مجھے مخلوق اور عالم
نہ من بیہودہ در ہر کوچہ و بازار میگردم

مذاق عاشقی دارم پئے دیدار میگردم

نہ شادی کی مجھے شادی مرنیکا مجھے کچھ غم
محبت کا مین بندہ ہون مرا مستی کا ہی عالم

مرا تو سجدہ گاہ اُس ابروی دلدار کا ہی خم
شراب شوق می نوشم بگرد یار میگردم

سخن مستانہ میگویم ولے ہشیار میگردم

بچھوڑا بحر کو ہرگز ہوا گو بہتیرا سرگردان
خدا بس اپنا حافظ ہی اگر ہی موج اور طوفان

کبھی اللہ بھر دیگا دُر مقصود سے دامان
ہزاران غوطہا خوردم درین دریائے بے پایان

برائے گوہر معنی بدریا قعر مے گردم

بُرا ہون مین تو ہون تیرا بھلا ہون مین تو ہون تیرا
وسیلہ کچھ نہین مجھ کو سوا تیری مرے مولا

مین اب خاموش بیٹھا ہون زبان سے کہہ نہین سکتا
بیا شاہا عنایت کن تو مولانای رومی را

غلام شمس تبریزم قلندر وار میگردم

مولانا صاحب مثنوی شریف مین کیا وجد انگیز فرماتے ہین۔

بشنو از نے چون حکایت میکند
وز جدائیہا شکایت میکند

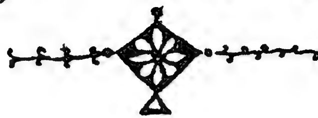
کز نیستان تا مرا ببریده اند — وز نفیرم مرد و زن نالیده اند

سینه خواہم شرحہ شرحہ از فراق — تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق

ہر کسے کو دور باشد ماند از اصلِ خویش — باز جوید روزگار وصلِ خویش

من بہر جمعیتے نالان شدم — جفت خوش حالان و بدحالان شدم

ہر کسے از ظن خود شد یار من — وز درونِ من نجست اسرار من



انتخاب از کلیات

The Fairest Land

"Tell me, gentle traveller, thou
Whohast wandered far and wide,
Seen the brightest rivers glide;
Say, of all thine eyes have seen,
Which the fairest land have been"
"Lady, shall I tell thee where,
Nature seems most blest and fair,
Far above all chimes beside?
'Til where those we love abide:
And that little spot is best.

Which the loved one's foot hath pressed.
"Though it be a fairy space,
Wide and spreading is the place;
Though 'twere but a barren mound,
'Twould become enchanted ground.
"With thee yon sandy waste would seem,
The margin of Al Cather's stream;
And thou canst make a dungeon's gloom
A bower where new-born roses bloom."

مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ

حضرت یوسفؑ و زلیخا کے عشق و محبت کی کہانی لکھنے مین اکثر شعراء نے طبع آزمائی کی ہے لیکن جو خداداد فصاحت۔ دلچسپی اور اثر مولانا جامی کی یوسف زلیخا مین ہے وہ کسی کو پاسنگ برابر بھی نصیب نہین ہوا۔ گو مولانا کا طرز فردوسی سے ملتا جلتا ہے مگر ایک بات جو مولانا مین تھی اوسکی فردوسی کو ہوا بھی نہین لگی۔ وہ بات کیا تھی؟ تصوف! بھلا فردوسی کو اس سے کیا مس۔ آجکل کی تحقیقات نے تو فردوسی کو دائرہ اسلام سے ہی خارج کر دیا ہے۔ خیر جو کچھ ہو مگر اوس کے کمال مین کلام نہین

نرالی بندش اور نیا طرز جو اوسنے شاہنامہ مین برتا ہے اوسکی برابری کوئی نکر سکا۔ البتہ اس زمانہ مین غالب مرحوم نے وہ ہی رنگ اختیار کیا یعنی اپنی تصانیف مین عربی الفاظ کو دخل نہین دیا۔

مولانا جامی مضافات خراسان مین پیدا ہوئے تصوف مین معراج حاصل تھی لذات دنیا سے متنفر ہوکر ریاضت اور مجاہدہ مین بسر کرتے تھے اور تمام اسباب دنیاوی سے قطع تعلق کر کے ہرات کی مسجد مین قیام کر لیا تھا۔ جو کوئی زیارت کا شایق جاتا سحر بیانی سے ایسا موثر ہوجاتا کہ اوسکا اثر اپنے آپ مین ہمیشہ پاتا مولانا کا انتقال ۱۴۹۲ء مین ہوا آپکے انتقال کا صدمہ تمام ہرات کو ہوا۔ خود سلطان حسین فرمانروا ے ہرات اور تمام وزرار و امرار آپکے جنازہ کے ساتھ تھے اور ہر فرد بشر نے ماتمی رسوم ادا کین۔ آپکا ماتم عام طور سے ۲۰ یوم تک رہا اور خواجہ علی شیر نے (جنکا ذکر یوسف زلیخا مین ہے) بموجودگی تمام علما و زہاد اس گوہر گرانمایہ کے روضہ کا پتھر لعبد ختم ماتم رکھا۔ ابتک آپکا مزار زیارتگاہ ہے حالانکہ انتقال فرمائے ہوے پانچسو برس ہوئے مگر آپکی شہرت کا آفتاب آسمان کمال پر چمک رہا ہے آپکی تصانیف کثیر اور ضخیم ہین۔ اکسفورڈ یونیورسٹی مین بائیس جلدین اسوقت آپکے نتایج طبع کی یادگار موجود ہین۔ پتہ لگایا گیا ہے کہ تصنیفات تعداد مین چالیس ہین۔ یورپین عالمون کی کوشش سے بقیہ اٹھارہ جلدونکا پتہ لگنا بعید نہین۔ زیادہ تر آپکی کتابین عقائد اسلام پر ہین ایک نہایت عمدہ دلچسپ مجموعہ بنام ہفت اورنگ ہے۔ جس مین یوسف و زلیخا بھی شامل ہے۔ سر ولیم جونس یوسف و زلیخا کی نسبت ارشاد فرماتے ہین " فن نظم مین اعلے درجہ رکھنے والی اور

فصاحت مین لاجواب یہی کتاب ہی"
اب ہم کچھ غزلین لکھکر انگریزی یوسف زلیخا مین سے انتخاب درج کرین گے۔

غزل

عارض ست این یا قمر یا لالہ حمراست این
یا شعاع شمس یا آئینہ دلہاست این

قامت ست این یا الف یا سرو یا نخل مراد
یا گل گلدستۂ باغ جنان آراست این

زلف تو زنجیر یا قلاب یا مشک ختن
سنبل تر یاسمن یا عنبر ساراست این

چشم تو جادوست یا آہوست یا صیاد خلق
یا دو بادام سیاہ یا نرگس شہلاست این

یارب این طاق ست یا محراب یا قوس قزح
یا ہلال عید یا ابروے ماہ ماست این

کوی تو کعبہ ست یا فردوس یا خلد برین
یا گلستان ارم یا جنت الماوی ست این

حقہ لعل ست یا سر چشمۂ آب حیات
یا دہن یا میم یا طوطی شکر خاراست این

یارب این خورشید تابان ست یا ماہ تمام
یا فرشتہ یا پری یا شوخ بی پرواست این

بلبل بے خانمان یا طوطی شیرین زبان
قمری باغ جنان یا جامی شیداست این

دیگر

یا شفیع المذنبین بار گناہ آوردہ ام
بر درت این بار با پشت دوتا آوردہ ام

چشم رحمت برگشا موی سفید من نگر
گرچہ از شرمندگی روی سیاہ آوردہ ام

آن نمی گویم کہ بودم سالہا در راہ تو
ہستم آن گمرہ کہ اکنون رو براہ آوردہ ام

عجز و بے خویشی و درویشی و دلریشی و درد
این ہمہ بر دعوی عشقت گواہ آوردہ ام

دیو رهزن در کمین نفس و هوا اعدای دین	زین همه بر سایهٔ لطفت پناه آورده ام
گرچه روی معذرت نگذاشت گستاخی مرا	کرده گستاخی زبان عذر خواه آورده ام
بسته ام بر یکدگر نخلی ز خارستان طبع	سوی فردوس برین مشتی گیاه آورده ام

انتخاب از یوسف زلیخا

Zuleika's Dream.

The ravens of the night were hush'd.
The bird of dawn began his lay,
The rose. bud, newly. awakened, blush'd
To feel the touch of springing day;
And bude the roses round unveil,
Roused by the warbling nightangle.
The jasmine stood all bathed in dew;
Wet were the violet's lids of blue.
Zuleika, fairer than the flowers,
Lay tranced - for 'twas not sleep that stole
Her senses, through the night's still hours,
And raised new visions to her soul.
The heart unfettered, free to rove,

Turned towards the idol of her love.
No:—'twas not sleep, 'twas motionless,
Unbroken thought, repressed in vain;
The shadow of the day's distress,
A frenzy of remembered pain.
But, midst those pangs, what rapture still;
The same dear form is ever there;
Those eyes the rays of Aden fill,
And odours of the blest distil
From every curl of that bright hair!
His smiles! such smiles as Houris wear,
When from their caves of pearl they come,
And bid the true beleiver share
The pleasures of their sacred home.
See, on his shoulder shines a star
That glows and dazzles as he moves;
She feels its influence afar,
The gazes, worships, hopes—and loves!

ZULEKA'S ENTRANCE INTO MEMPHIS

Dawn upon the wide world broke,
And the sun's warm rays awoke;
Scattering o'er the cloudy sky
Hues of rich variety:
Such bright tinting as illumes
With its rays the peacock's plumes,
And the parrot's feather bright,
Touches with a stary light.
The Asis rides in kingly guise;
Yon curtained litter holds the prize
More precious than all wealth beside_
His own, his young, his peerless bride.
Around, afar, of homage proud,
In countless ranks his wariors crowd,
Well may the lordly Asis boast.
The glories of his gorgeous host.
Rich are the veils, profusely spread,
That canopy the "fair one's" head;
Like some delicious tree that throws.

Its shade, inviting to repose.
And, like soft turf, the carpets lie,
Be-decked with gay embroidery.
The temple moves, all glorious, on —
Throned in the midst the "happy one"
All heaven resounds with shout and song.
As the bright pageant sweaps along.
The camel drivers' cries succeed,
Urging their stately beasts to speed.
Whose hoofs, with swift and frequent tread,
The sands with moon-like forms have spread
The earth is ploughed by courser's feet,
And still fresh hosts the wounds repeat
Many a fair and blushing maid
Exulted in the gay parade:
And, who called the Asis lord,
Hailed the fair idol he adored.
But she — "the beutiful," "the blest"
What pangs, what tumults shook her breast!

The dat, concealed from every eye,
Alone - in hope less misery.
"Oh fat!" she cried, "Oh ruttless fate!"
Why am I made thy mark of hate,
Why must my heart thy victim be?
Thus lost, abondoned — crushed by thee!
Thou comest, the pleasure of my soul,
In visions that the blest might share,
Whose only fruit has been despair.
Isee each glittering fabric fall;
But vain reproach, vain trust, vain all!
For help, for rest, where can I fly,
My heart is riven — let me die.
Have I then lingered long in pain,
In sad suspense, in munsings vain,
To be — oh, crowning grief! - betrayed,
In foreign lands a victim made.
Relentless destiny! accurst
Were all the joys thy visions nurst.

Is there no drop of hope left yet?
Must I all promises forget?
Dash not my cup to earth: say Power benign,
I may the blest — even yet he may be mine,



حکیم غیاث الدین ابو الفتح عمر خیّام نیشاپوری

عمر خیام کے کلام کی وقعت و شہرت یورپ و ایشیا مین جو ہوئی وہ محتاجِ بیان نہین لندن مین تو ایک کلب اس بے نظیر شاعر کے نام سے موسوم ہی۔ اسکی رباعیات اور کلام کا ترجمہ دنیا کی تمام مہذب زبانون مین ہوگیا ہی۔ اصل وطن نیشاپور تھا جہان تصوّف اور شاعری کے بزرگ شیخ فریدالدین عطّار قدس سرّہٗ پیدا ہوے تھے۔ پیدایش کی تاریخ تحقیق نہین۔ مگر انتقال ۵۱۷ھ ہجری مطابق ۱۱۲۳ء مین ہوا حسن بن صباح بانی فرقہ حشیشین نظام الملک وزیر شاہ الپ ارسلان و ملک شاہ سلجوقی اس سخنور کے ہم مکتب اور ہم عمر تھے اور ان تینون نے عہد کیا تھا

کہ ہم مین سے اگر کوئی اعلےٰ درجہ پر پہونچ جاے تو بچپن کے دوستون کو نہ بھولے
اتفاق کی بات نظام الملک الپ ارسلان کا وزیر ہوگیا۔ اوسے طفلی کا عہد یاد آیا
عمر خیام کو لکھا کہ آپکے مرتبہ اور لیاقت کی قدر کیجاے گی میرے پاس آئیے
عمر خیام نے شکریہ ادا کرکے لکھا کہ مین دعاے ترقی دولت واقبال کرتا رہتا ہون
زیادہ ہوس نہین۔ اور اگر ہے تو صرف اتنی کہ آپ کے زیر سایہ بقیہ زندگی آرام سے
بسر کرون۔ نظام الملک نے فوراً بارہ سو مثقال طلا کی پنشن سالانہ خزانہ نیشاپور
کے نام لکھدی۔ معاش کی طرف سے مطمئن ہوکر ہیئت اور نجوم کی تحصیل مین مشغول
ہوا۔ ان علوم مین یدطولے حاصل کرلیا۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے عہد حکومت
مین مرو مین آیا۔ سلطان نے عنایت خسروانہ مبذول فرمائی اور جو عزت عالم
کامل کی ہونی چاہیئے ویسے ہی کی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر اور شاہی منجم مقرر فرما کر
حکم دیا کہ چند رصدگاہین اس ملک مین بھی طیار کیجائین۔ عمر نے بمدد دوسرے
منجمونکے رصدگاہین بنائین۔ ریاضی مین ایک جدید قاعدہ اضافہ کیا۔ اور
جبر و مقابلہ کے حق مین تو آبحیات کا کام کیا۔ افسوس ہے کہ عمر خیام کا جبر و مقابلہ
اوسکے ساتھ ہی فنا ہوگیا۔ ورنہ وہ آج بڑے کام کی چیز ہوتا۔ یونانی زبان کا
مسلم الثبوت استاد تھا۔ دراصل عمر خیمہ دوز تھا اور اسی رعایت سے خیام
تخلص کرتا تھا۔ اسکی تصدیق مسٹر اسٹوارٹ اور مولوی محمد علی صاحب پروفیسر
میور کالج الہ آباد بھی کرتے ہین۔ سائنس اور نجوم جاننے والون کا جیسا قاعدہ ہے
کہ مذہب کی طرف سے آزاد ہوتے ہین وہی شک اسمین بھی تھا چنانچہ بلحاظ
شعر مشہور ہے

انتخاب رباعیات

از گردشِ چرخ هیچ مفهومم نیست
جز رنج زمانه هیچ موهومم نیست
هر چند بکار خویش درمے نگرم
عمرم بگذشت و هیچ معلومم نیست

دیگر

بیش از من و تو لیل و نهاری بودست
گردنده فلک برای کاری بودست
زنهار قدم بخاک آهسته نهی
کان مردمکِ چشم نگارے بودست

دیگر

یک جرعهٔ می ز ملک کاؤس بہ است
از تخت قباد و مملکتِ طوس بہ است
هر ناله که رندے به سحرگاه زند
از طاعتِ زاهدان سالوس بہ است

دیگر

ساقی قدحے که کار عالم نفسی ست
کز شادی ازو یک نفسے آن نیز بسی ست
خوش باش ز هرچه هست آید ز جهان
هرگز نشود چنانکه دلخواه کسے ست

دیگر

برآمد و باز بر سر سبزه گریست
بے بادهٔ ارغوان نے باید زیست
امروز که این سبزه تماشہ گہ ماست
تا سبزهٔ خاکِ ما تماشا گہ کیست

دیگر

این کهنه رباط را که عالم نام است
آرام گہ ابلق صبح و شام است
بزمے ست که وامانده صد جمشید ست
قصرے ست که تکیه گاه صد بهرام است

دیگر

آن قصر که بهرام درو جام گرفت
روبه بچه کرد و شیر آرام گرفت
بهرام که گور مے گرفتے دایم
امروز نگه که گور بهرام گرفت

دیگر

من بندهٔ عاصیم رضاے تو کجاست
تاریک دلم نور صفاے تو کجاست
ما را تو بهشت گر بطاعت بخشی
این بیع بود لطف و عطاے تو کجاست

دیگر

بیگانه اگر وفا کند خویش منست
ور خویش جفا کند بد اندیش منست
گر زهر موافقت کند تریاک ست
ور نوش مخالفت کند نیش منست

دیگر

در دهر آن که نیم نانے دارد
وز بهر نشست آستانے دارد
نه خادم کس بود نه مخدوم کسے
گو شاد بزی که خوش جهانے دارد

دیگر

روزے که جزاے هر صفت خواهد بود
قدر تو بقدر معرفت خواهد بود
در حسن صفت کوش که در روز جزا
حشر تو بصورت صفت خواهد بود

انتخاب از کلیات

PROFESSION OF FAITH.

Ye who seek for pious fame,

And that light should gild your name,
Be this duty ne'er forgot,—
Love your neighbour harm him not,
To The, Great Spirit, I appeal,
Who can'st the gates of truth unseal;
I follow none, nor ask the way
Of men who go, like me astray;
They perish, but Thou can'st not die,
But liv'st to all eternity.
Such is vain man's uncertain state
A little makes him base or great;
One hand shall hold the Koran's scroll,
The other raise the sparkling bowl—
One senses, and one condemns the soul.
The temple I frequent is high,
A turkish-vaulted dome the sky,
That spans the world's with majesty.
Not quiet a Moslem is my creed,
Nor quiet a Giour; my faith, indeed,

May startle some who hear me say,
I'd give my pilgrim staff away,
And sell my turban, for an hour
Of music in a fair one's bower.
I'd sell the rosary for wine,
Though holy names around it twine.
And prayers the pious make so long,
Are turned by me to joyous song,
Or, if a prayer I should repeat,
It is at my beloved's feet.
They blame me that my words are clear;
Because I am what I appear;
Nor do my acts my words belie —
At last, I shun hypocrisy.
It happened that but yesterday —
I marked a potter beating clay,
The earth spoke out — "Why dost thou strike?
Both thou and I are born alike;
Thou some may sink and some may soar,

We all are earth, and nothing more.

شیخ ابو الفیض فیضی

فیضی ایک قدیم اور بزرگ خاندان کا نونہال تھا۔ اسکے آبا و اجداد یمن کے رہنے والے تھے۔ دسوین صدی ہجری مین اسکے بزرگ ہندوستان مین آئے اور فیضی کے باپ دادا نے آگرہ مین مستقل طور سے سکونت اختیار کی۔ اسکا باپ شیخ مبارک صوفی منش اور بڑا عالم تھا۔ فیضی کا بھائی ابو الفضل لکھتا ہی کہ زیادہ تر ہم دونون بھائیون نے اپنے باپ ہی سے علوم مین استفادہ حاصل کیا۔ بعض مؤرخون نے فیضی کو شیعہ لکھا ہی مگر ابو الفضل کا قول ہی کہ ہمارا خاندان حنفی تھا۔

سنہ ۹۵۴ ہجری مطابق سنہ ۱۵۴۷ء مین فیضی پیدا ہوا اور ابو الفضل اسکا چھوٹا بھائی جسکا نام جب تک اہل علم باقی ہین علما کی فہرست مین رہے گا۔ ۶۔ محرم سنہ ۹۵۸ ہجری مطابق سنہ ۱۵۵۱ء مین پیدا ہوا۔ دونون بیٹون کی تعلیم و تربیت مین شیخ مبارک نے نہایت کوشش کی۔ آوارہ لڑکون اور بری صحبت سے ہمیشہ بچاتے رہے چنانچہ ایک جگہ ابو الفضل لکھتا ہے۔ ؎

زابتدا بر مالک و بابک بنازیدم چو طفل ✧ زانکہ ہم مالک رقیبم بود وہم بابک سگ

باپ کی غور و پرداخت اور باقاعدہ تعلیم کے سبب سے فیضی ۱۹ برس اور ابو الفضل ۱۵ برس کی عمر مین فارغ التحصیل ہوگئے۔ یا یون کہو کہ اس زمانہ کے دونون بھائی اس چھوٹی سی عمر مین ایم اے تھے۔

فیضی کے کتب خانہ مین چھیالیس ہزار جلدین تھین۔ اُس زمانہ مین جبکہ چھاپے کا نام

نشان بھی نہ تھا۔ اسقدر کتابونکا فراہم کرلینا بڑا مشکل کام تھا۔ یہ کتابین چار قسم کے کتب خانون مین تھین۔

(۱) تاریخ علم اللسان۔ طب۔ انشا۔ علم ادب۔

(۲) نظم۔ علم الاخلاق۔ علم موسیقی۔

(۳) فلسفہ۔ تصوف۔ ریاضی۔ نجوم۔

(۴) تفسیر۔ فقہ۔ حدیث اصول۔

سنہ ۹۷۷ ہجری مطابق سنہ ۱۵۷۱ء شہنشاہ اکبر اعظم نے فیضی کو اپنے دربار کے شاعرون مین مقرر کیا اس نے لٹریچر اور شاعری مین جو کار نمایان کئے وہ پوشیدہ نہین۔ اکبری دربار مین جہان دنیا بھر کے لایق انشا پرداز شاعر جمع تھے ملک الشعرا کا خطاب پایا۔ اور سنسکرت کا دروازہ کھولدیا۔ جس سے مسلمان بہت کم مستفید ہوئے تھے۔ سنسکرت کی بیشمار تصانیف کا ترجمہ فیضی نے فارسی مین کیا یا اون کو صحیح کیا۔ روزگارڈن آف پرشیا مین انکی نسبت ایک عجیب روایت لکھی ہے جسکی صحت مین شک سا ہوتا ہے۔ یعنی فیضی نے پنڈت کا بھیس بدلکر ایک فاضل برہمن سے بنارس مین سنسکرت تحصیل کی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ دھوکھا کھل گیا تب اسکے اوستاد نے غم و غصہ سے خودکشی کا ارادہ کیا فیضی نے بمشکل برہمن کو باز رکھا۔ مگر فاضل اوستاد نے شاگرد سے قسم لے لی کہ ہندون کے مقدس ویدونکا فارسی مین ترجمہ نکرے۔ مورخین لکھتے ہین کہ فیضی سے پہلے مسلمانون مین کوئی شخص سنسکرت کا عالم نہین گذرا۔ مگر مسٹر ایبٹ اپنی کتاب مورخین ہند جلد ۲ ضمیمہ ۲ مین لکھتے ہین کہ فیضی سے پہلے بھی مسلمان سنسکرت جانتے تھے۔ خیر اس سے پہلے اگر مسلمان سنسکرت

جانتے بھی تھے تو اونھون نے کوئی ہنود کی تصنیف نہین چھوڑی تھی۔ فیضی نے سنسکرت کی کل عمدہ عمدہ کتابونکا ترجمہ سواے وید کے فارسی مین کردیا۔ جنمین سے چند ہندوستان مین بھی چھپ گئے ہین سب سے زیادہ تعجب انگیز کتاب سواطع الالہام یا تفسیر بے نقط کلام اللہ شریف ہے۔ تیس پارون کی عربی زبان مین تفسیر اور بے نقط دیکھکر حیرت کا دریا نظرون کے سامنے امنڈ آتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ فیضی کا علم کس پایہ کا تھا۔ منشی نولکشور کے پریس مین یہ تفسیر چھپ گئی ہے۔ ہر شخص کو ایسی نادر کتاب دیکھنی چاہیے خصوصًا ان حضرات کو جو مسلمانون کے علم و ہنر کو نظر حقارت سے دیکھنے کے عادی ہین۔

حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلعم کے زمانہ تک ایک تاریخ لکھی ہے وہ بھی غیر منقوط ہے ایران مین جہان کے باشندے غیر ملک کے فاضل کی لیاقت کو فارسی زباندانی مین تسلیم کرنے کو قومی ہتک سمجھتے ہین۔ فیضی اور ابوالفضل کی ایسی ہی عزت ہے جیسے اور نادر الکلام مصنفون اور لایق زباندانون کی۔ اسکا چھوٹا بھائی ابوالفضل بھی کچھ کم لایق نہ تھا اسکی تصنیفات آئین اکبری۔ اکبرنامہ۔ ابوالفضل وغیرہ ابتک موجود ہین۔ زبان کو دیکھئے عبارت کو ملاحظہ فرمائیے کیا شستہ و سلیس عبارت ہے۔ آب کوثر سے دھوئی ہوئی زبان ہے۔ شیخ مبارک جب ان دونون ہونہار اور لایق بیٹون کی شہرت لیاقت اور علم و فضل کو دیکھتا ہوگا کیا خوش ہوتا ہوگا۔ مبارک ہے وہ باپ جسکی ایسی لایق اولاد موجود ہو۔

مسٹر کاسٹیلو روز گارڈن آف پرشیا مین لکھتے ہین۔ "فیضی کی معمولی غزلین بھی مشک نافہ کی طرح ہین جنکی دلاویز خوشبو مشام جان کو معطر کر دیتی ہے"

سر ولیم جونس عربی فارسی اور سنسکرت کے مشہور و معروف عالم و فاضل لکھتے ہین کہ "فیضی ایک عالم اور عمدہ مصنف تھا" یورپ کے اکثر مورخون نے لکھا ہے کہ

ایشیا میں جسقدر لایق اہل قلم گذرے ہیں فیضی سب میں افضل تھا۔
شاہ عباس صفوی کی طرف سے ایران کے جبیدہ عالم ملّا طاہر وحید نے شہنشاہ
اکبر کی خدمت میں ایک رباعی بھیجی۔ ملّا کو اس رباعی کے صلہ میں عباس نے
بڑا انعام و اکرام دیا تھا۔ مگر تیسرا مصرعہ اکبر پر چوٹ کرتا ہوا تھا۔ وہ رباعی یہ ہے

رباعی

زنگی بہ سپاہ و خیل و لشکر نازد | رومی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد
اکبر بہ خزینہ پُر از زر نازد | عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد

فیضی نے فی البدیہہ یہ رباعی تصنیف کر کے قاصد کے ہاتھ ایران بھیجدی۔

فردوس بہ سلسبیل و کوثر نازد | دریا بہ گہر فلک بہ اختر نازد
عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد | کونین بہ ذات پاک اکبر نازد

اکبر بہت خوش ہوا اور ہفت ہزاری منصب پر سرافراز کر دیا۔
ایک اور حکایت مشہور ہے کہ شاہ عباس صفوی اور شہنشاہ اکبر دونوں ڈاڑھی کا
صفایا کرتے تھے مگر فرق اتنا تھا کہ عباس مسلمانوں کی وضع اور اکبر ہندوؤں کا
لباس اختیار کئے ہوئے تھا۔ علاوہ ازین اکبر کے عقائد کا ظاہری برتاؤ ایسا
نہ تھا جو ہند سے عجم تک سرگوشیاں نکرتا۔ اس لئے تفتیش حال کی
غرض سے شاہ ایران نے ایک نامہ بھیجا۔ ابو الفضل نے اوسکا جواب
ذیل کے دو شعروں میں دیا۔ ۵

قیل انّ الالہ ذو ولد | قیل انّ الرسول قد کہنا

ما نجی اللہ و الرسول معاً | من لسان الوری فکیف انا

(ترجمہ) لوگون نے خداوند کریم کو صاحب اولاد اور رسول کریم کو ساحر کہا جب نبی اور خدا نے زبانِ خلق سے نجات نہ پائی۔ تو ہم تم کس قطار مین ہین۔

فیضی اور ابوالفضل دونون بھائی یورپ مین مشہور ہین۔ یورپین عالمون نے دونون کی تصنیفات کا اپنی زبانون مین ترجمہ کیا ہے۔

ابوالفضل کا نظم کلام اول تو کم ہی اور جو ہی بھی وہ صرف نثر ہین۔ یعنی نثر لکھتے لکھتے تمثیل کے طور پر شعر بھی لکھ جاتا ہے۔ دیوان مکمل نہین فیضی کا دیوان موجود ہے اول ہم فارسی غزلین اور اوس کے بعد انگریزی ترجمہ مین سے انتخاب درج کرین گے۔

غزل

بادہ صاف ست و محتسب نا صاف | در دکش را کہ میدہد انصاف
بلکہ گویم کہ میدرد ساقی | پردۂ عاکفانِ ستر عفاف
عقل از کف سپر عبید از د | عشق ہر جا کشد کمانِ مصاف
آہوی مستِ من اگر این ست | شیر نر بر زمین گذارد ناف
گفتم از حسن دیدہ بر بندم | چہ کنم با نگاہ دیدہ شگاف
ہر سر چار سوے رسوائے | گوہر عشق را منم صراف
فیضی از حرفِ عشق لب بر بند | پیشگاہ ادب رسید ملاف

دیگر

یا رب بیا کہ بازی رندان این بساط | گر نشستند زغم بر ان چہرہ نشاط
چندین ہزار کاسہ سر ذرہ ذرہ شد | در سنگلاخ عشق قدم نہ باحتیاط

ای صد هزار ناله که از تند باد غم | باغ جهان تهی ست ز گلهای انبساط
گر خون دل خورند حریفان بجای می | ساقی کرم خون نکند میل اختلاط
مکشای بتنگنائی جهان محمل امید | دانا نساخت برگ اقامت درین رباط

فیضی تو پاکباز که از بازی قضا
منصوبهٔ عجب بنشیند درین بساط

انتخاب از دیوان

Gazel.

To day is given to pleasure,
It is the feast of spring;
And earth has not a treasure
Our for tune shall not bring.
Fair moon! the bride of heaven confest,
Whose light has dimmed each star,
Show not thy bright face in the East,
My love's out shines it afar.
Why sighs the lovely nightangale,
Ere days first beams appear?
She murmurs forth her plaintive tale,

For coming Spring to hear.
Oh, ye severely wise,
Today your counsels spare;
Your frown in vain denies
The wine-cup and the fair.
Within our hands of bliss.
The dervish may be seen,
Whose seat, till days like this,
Within the mosque has been.
I care not - but the truth declare,
That Hafiz fills again:
His eyes are on his charming fair,
His lips the wine cup drain.

از رامائن فیضی

BRIMA'S SORROW

Minstrel, wake the magic spell!
Sing of love, its wonders tell;
Tell how it subdues the proud.
Shall we blame weak man that falls.

When thy glowing verse recalls,
How immortal natures bowed,
How great Brimha's heart was tried,
How far woman's love he sighed.
Who shall say where love begins,
How its subtule way it wins?
Gods, who love the race they frame,
Can not tell whence springs the flames.
Man may reason long and well,
But can never break the spell.
Sing of Brimha's and the pain.
Which distrubs his sacred reign;
Even on his heavenly throne
Tears of sorrow cloud his eye
Dreaming of that fatal one,
Born awful mystery:
Last created - prized the most,
Beauteous, loving, loved, and lost!
Some times when the stars look dim,

And the moaning winds are high,
Brimha wakes his mournful hymn,
Tuned to grief that can not die.

اسدی طوسی

اسدی طوسی کا نام دو وجہ سے بہت مشہور ہی۔ اوّل تو وہ ملک الشعراء فردوسی کا اوستاد تھا (میرے محترم مخدوم جناب شمس العلماء مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی ایک عنایت نامہ مین تحریر فرماتے ہین کہ آسدی کی اوستادی مبحوث فیہ ہے اکثر تذکرہ نویس لکھتے ہین کہ وہ فردوسی کا اوستاد تھا لیکن بعض قراین اس کے خلاف ہین) دویم اوسنے چار ہزار بیتین شاہنامہ کی بھی تصنیف کی تھین۔
یہ نامور شاعر سلطان محمود غزنوی انار اللہ برہانہ کے دربار مین نہایت عزت کا درجہ رکھتا تھا۔ سلطان نے بارہا تاریخ ملوک عجم نظم کرنے کے واسطے ارشاد فرمایا مگر اس نے ہمیشہ پیری کا عذر پیش کیا۔
فردوسی اس سے ابتدای زمانہ مین اصلاح لیا کرتا تھا۔ آخر جب سلطان کا اصرار زیادہ ہوا تو مجبوراً چار ہزار بیتین لکھنے پایا تھا کہ پیام اجل آگیا۔ بعد ازان پورا شاہنامہ اوسکے ہونہار شاگرد فردوسی نے ۳۰ برس کے عرصہ مین ختم کردیا۔ آسدی طوسی کی تصنیف سے لیل و نہار کا مکالمہ یادگار ہے۔ جس کو ہم بھی ذیل مین نقل کرتے ہین۔

DAY AND NIGHT

Day and night, who each can yield
Joy and solace to the earth,
Thus contented for the field,
Claiming both the highest birth—
Night spoke frowingly:—"'Twas I
Who from all eternity
Ruled the chaos of the world,
When in dim confusion hurled.
The fervent prayer is heared at night;
Devotion flies day's glaring light.
'Twas night, the Mount when Moses left;
At night was Lot avenged by fire:
At night the moon our prophet cleft,
And saw Heaven's might revealed entire.
The lovely moon for thirty days
Spreads radiant glory from afar:
Her charms for ever night displays
Crowned, like a queen, with many a star.

Her seal bearer is Heaven, a band
Of planets wait on her command.
Day can but paint the skies with blues
Night's starry hosts amaze the view.
Man measures time but by the moon;
Night shrouds what day reveals too soon.
Day is with toil and care oppressed,
Night comes, and with her, gentle rest.
Day, busy still, no praise can bring,
All night the saints their anthems sing;
Her shade is cast by Gabriel's wing!
The moon is pure, the sun's broad face
Dark and unsightly spots deface:
The sun shines on with changeless glare,
The moon is ever new and fair."
Day rose, and smiled in high disdain:
"Cease all this boasting, void and vain;
The Lord of Heaven, and earth, and thee,
Gave me a place more proud than thine

And man with joy my rising see,
And hail the beams that round me shine
The holy pilgrim takes by day.
To many a sacred shine his way;
By day the pious fast and pray;
And solemn feasts are held by day:
On the last day the world's career is run,
As on the first its being was begun.
Thou, Night, art friendly, it may be,
For lovers fly for help to thee.
When do the sick thy healing see?
Thieves, by the aid, may scattleless prowl;
Sacred to thee the bat and and owl;
And, led by thee, pale specters grainly howl!
I sprang from Heaven, from dust art thou,
Light crowns my heads with many a gem;
The collier's lap is on thy brow—
For thee a fitting diadem.
My presence fills the world with joy;

Thou can'st all comfort to annoy.
I am a Moslem — white my vest:
Thou a vile thief, in sable drest.
Out negro-face! — dar'st thou compare
Thou cheeks with mine, so purely fair?
Those 'hosts of stars, 'thy boast and pride,
How do they rust their sparks to hide,
How to their nations darkness run,
When, in his glory, comes the sun!
True, death was first; but, tell me, who
Thinks life least wor thy of the two?
'Tis by the moon the Arab counts;
The lordly Persian tells his year
By the bright sun, that proudly mounts,
The yielding heavens, so wide and clear.
The sun is ruddy, strong, and hale;
The moon's sickly, wan, and pale.
Me thinks 'twas ne'er in story told
That silver had the worth of gold!

The moon, a slave, is bowed and bent,
She knows her light is only bent;
She hurries on, the way to clear.
Till the great Shah himself appear.
What canst thou, idle boaster, say
To prove the night exels the day?
If stub-born still, let him decide
With whom all truth and law abide,
Let Nasur Ahmed, wise as great,
Pronounce, and give to each his state."

ابو اسمٰعیل حسینؑ طغرائی

طغرائی اصفہان کا باشندہ اور زبردست شعراء مین سے گذرا ہی۔ قادرسخن ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی طرف سے خطاب "عزت الشعراء" عطا ہوا تھا خط طغری مین کمال حاصل تھا۔ مسٹر اسٹوارٹ لکھتے ہین کہ شاید اسیوجہ سے طغرائی تخلص رکھ لیا ہوگا۔ سلطان موصل نے لیاقت وعلمیت کی وجہ سے درجہ وزارت عطا کیا۔ لیکن اس عہدہ پر یہ باکمال عرصہ تک نہ رہنے پایا۔ خواجہ حسن میمندی وزیر سلطان محمود اسکے کمال اور لیاقت کا دشمن تھا۔ آخر ایک موقع پر

پرانی دشمنی نکالکر قتل کرڈالا (موصل اسوقت مین سلطان محمود کے ماتحت تھا)
ایک کتاب "لامیۃ العجم" اسکی تصنیف سے یادگار ہے۔ شاید ایران یا یورپ
مین ہو ہندوستان مین تو ناپید ہے۔ ایک نظم کشمیر کی تعریف مین لکھی ہے
اوسکا انگریزی ترجمہ بعد تلاش لکھا جاتا ہے۔

Eulogy on Kashmir.

Hail to the city from whose bowers —
The glowing paradise of flowers! —
Soft zephers waft the rose's breath,
By moonlit night and blushing morn,
Even to the ruby, hid beneath
The golden hills of Badakhshan!
Whose gale with perfume-laden wing,
O'er Arabs desserts hovering,
A tint as radiant can bestow
As beams that in the emerald glow.
Upon thy mountains fresh and green
The velvet turf is scarceley seen,
So close jasmine twine around
And strew with star-like flowers, the ground,
The ruddy glow of sunset lies

Within thy rich pomegranate's eyes;
And flashing 'midst the tulip-beds,
A blaze of glory round them sheds.
Night dwells amids thy spicy groves;
Thy saffron fields the star of morning loves;
Thy violets have tales of eyes as fair;
Thy hyacinths of waving, dusky hair;
Thy glittering sun-flowers make the year all spring;
Thy bees their stores are ever gathering;
And from the rose's branches, all day long,
Pours the melodies night-ingale her song;
Amidst the leaves her barklike nest is lost,
In melody, and love, and beuty lost.
The rich narcissus, quaffing dewy wine,
Clings to thy breast, where buds un-numbered twine;
No eye can see the bound where end thy bowers,
No tongue can number half thy gem like flowers.
Such freshness lingers in thy air of balm.
That even the tulip's burning heart confesses

The life its sigh bestows at ev'ning's calm,
When the glad cypress shakes her grace-full tresses.
The waves of each rejoicing river
Murmur melody for ever,
And to the sound, in wild amaze,
On their glad crests the dancing buble plays.
While lotus flowers, just opened, there,
Look with bright eyes towards heaven in prayer.
So clear thy waters that, reflected bright,
The dusky Ethiop's skin is pearly white.
So cool, that as the sun his fingers loves,
They shiver on the surface of thy waves.
The immortal lily, pure as angle's plumes,
All day, all night, the grove with light illumes;
The grove, where garlands, by the roses made,
Like clustering Pleids, glimmer through the shade,
And hide amidst their leaves the timid doves
Whose ringed neck proclaims the slave of love
Tell me what land can boast such treasures?

Is sought so fair, is ought so dear?
Hail! Paradise of endless pleasures!
Hail! beutiful, beloved Kashmere!

شیخ فریدالدین عطّار قدس سرّہٗ

شیخ رہ کا وطن نیشاپور ہے۔ انگریز آپ کو سرآمد صوفیاء کہتے ہین۔ آپکی تمام زندگی ریاضت مجاہدہ اور فقر و فاقہ مین گذری۔ آپکا انتقال بعمر ایکسو بارہ سال بعہد سلطان سنجر سنہ ۶۱۹ ہجری مین ہوا۔ شیخ رہ کی تصانیف سے پند نامہ اسرار نامہ وغیرہ کتابین ہین۔ مثنوی عشقیہ مین سے دو فصلین نقل کیجاتی ہین۔ ملاحظہ فرمائیے کیسا مؤثر کلام ہے۔

خطاب بہ عشق

اے عشق تو کامل العیاری — در عالم مثل خود نداری
نقدے کہ بہ بوتہ تو تنگ آمد — صرّاف ازل زدش بجنت
نورت زدلے کہ سرفرازد — خورشید بذرہ کیش نازد
اے خاک در تو منزل دل — از فروغ تست حاصل دل
آگاہ ز اصل ہر کمالی — دانندہ سر لایزالی
دانی رہ ملک بی نشانی — ہر کس کہ تو خواہیش رسانی

عمریست کہ بے تو نیم جانم　　بنگر کہ چہ سخت ناتوانم الخ

خطاب بگریہ

اے گریہ تو بس شفیق مائی　　در شادی و غم رفیق مائی
مہر تو مدام شامل ما　　جاے تو بدیدہ و دل ما
شد جوہرت ازکمال تاثیر　　ساری بجہان تو حکم تقدیر
در عرصہ گہ تمام عالم　　فردے کہ نیست باتو ہمدم
عابد بہ تو یافت ذوق طاعت　　عاصی ز تو بردہ پے برحمت
اصحاب وصال از تو خرسند　　ارباب فراق با تو دلبند
آن طائفہ کہ ہوشیار اند　　دایم ز ندامت اشکبار اند
دانا نکہ مدام مست مانند　　گویند اگرچہ بے غمانند الخ

The Way to Paradise.

Would'st thou inherit Paradise,
The maxims keep before thine eyes;
So thy heart's miror shall appear,
For ever shining bright and clear.
Give thanks when fortune smiles serene,
Be patient when her frown is seen;
If thou hast sinned, for pardon plead,

And help shall follow at thy need,
But shall be hope the prize to hold,
Who with new sins conceals the old?
Be penitent, be watchful still,
And fly the votaries of ill;
Avoid the paths that lead to vice,
And win thy way to Paradise.

The Praise of the Almighty.

Unbounded praise to God be given,
Who from his throne, the height of heaven,
Look on this handful frail of earth -
Unnoticed man - and gave him birth.
On Adam breathed, and bade the wave
Pause, and his servent, Noah, save;
The tempest, with His terrors clad,
And swept from earth the tribe of Ad.
And for His "friend" Oh! bliss his name
To roses changed a bed of flame:
The smallest insect, at His will,

Becomes an instrument of ill.
He spoke, the sea o'er whelms His foes.
And the hard rock a camel grows:
The iron turns, at His command,
To pliant wax, in David's hand.
To Solomon he gave His sway,
And bade the Dives his signet obey;
To one a diadem is given,
Another's head the saw has riven.
Impartial in His goodness still,
Equal to all is good or ill.
One lies on Persian silk reclined,
One naked in a frozen wind;
One scarce can count his heap of ore,
One faints with hunger at the door.
He bade a virgin's child appear,
And made an infant's witness clear.
The dives before His vengeance fly,
By hosts of star expelled the sky.

And kings, who hold the world in thrall,
At His great work to ruin fall.



شیخ عبد اللہ ہاتفی رحمۃ اللہ علیہ

ہاتفی رح برادر زادہٗ مولانا جامی جام مضافات خراسان مین پیدا ہوئے
اپنے عم بزرگوار سے شاعری اور تصوف مین استفادہ حاصل کیا - مولانا جامی
صاحب بھی اپنے صاحب کمال بھتیجے سے بیحد اُلفت رکھتے تھے یورپین علمائنے
بلا اختلاف آرا مان لیاہی کہ اگر مولانا جامیؒ کے بعد کسیکا نمبر ہی تو وہ ہاتفیؒ کا
انھون نے اپنے زمانہ مین سحر بیانی کے جھنڈے گاڑ دئے اور خداداد
فصاحت و بلاغت سے ہمعصر شعرا مین ہمیشہ ممتاز رہے -
خمسہ ہاتفی جسمین خسرو شیرین - لیلی و مجنون - ہفت منظر تین مثنویان اور
فتوحات تیموریہ یا تیمور نامہ ایک تاریخ شامل ہے - زمانہ کی دست بُرد سے
ابتک محفوظ اور یادگار ہین - یوروپین عالمون نے جہان اور نامور شاعرونکے
کلام کو اپنی زبان مین لیاہے انکی تصانیف کو بھی جگہ دی ہے -
آپکا انتقال سنہ ۱۵۲۰ء مین ہوا اور موضع غرد شرد مین مدفون ہوئے آپکے
خسرو شیرین - لیلی و مجنون اور ہفت منظر ہندوستان مین بھی منشی نولکشور کے

مطبع مین چھپ گئی ہین۔ ہم انگریزی ترجمہ لیلیٰ و مجنون مین سے انتخاباً
کچھ درج کرتے ہین۔

The meeting in the dessert.

Even take the roaming moon, along
The dressy path fair Leila strayed,
Till, worn and spent the wilds along,
Deepsleep o'er powered the maid:
And from her hand the bridle's cheek,
Fell on the patient camel's neck.
The guides were far and dark the night,
The weary camel stopped to gaze,
The carvan was hid from sight —
Then lost amidst the dessert's maze.
Unconsions still, she wandered on,
And woke — untended and alone!
The Rose was severed from the plain,
Nor friends nor strangers now in trude:
On through the waste she speeds amain,
But all is trackless solitude.

From spot to spot with anxious fear,
She hastes, she calls. but none can hear!
When, from a wild and gloomy height,
A dusky form rush'd forth to sight.
No terror siezed the maiden's heart —
A thought sprung there which chilled her head,
For in that waste, from apart,
A life of pain her Kais led,
Might not this stranger know his state,
And give her tiding of his fate?
So wasted, worn, and changed with care,
His mind avoid, himself forgot,
The hapeless victim of despair —
Even she, the True One, knew him not!
"Whence com'st thou?" Leila said, "and why
Amidst these desserts dost thou roam?
Tell me thy name — what destiny.
Has lured thee from thy friends and home?"
The grief struck youth, unconscious grown,

Knew not his Leila's gentle tone:
"Seek'st thou to know what slave am I,
For ever doomed a wretch to rove?
'Tis Kais, spent with misery –
'Tis hapeless Mejnoun, made for love!"

مولانا ابو محمد الیاس یوسف نظامی گنجوی رح

یوروپین مؤرخ مولانا نظامی کا سال ولادت سنہ ۵۳۶ ہجری بتلاتے ہین - آپ گنجہ صوبہ اوران مین پیدا ہوے - دردناک واقعات کو نظم کا پیرایہ اول جسنے پہنایا وہ آپ ہی ہین - آپکی تصنیفات سے پانچ کتابین مشہور ہین - مثنوی خسرو شیرین - مثنوی لیلے مجنون - سکندر نامہ بحری و بری - ہفت پیکر - اور مخزن اسرار - مولانا نظامی کی خسرو شیرین کو یورپ مین اُن کتابون کے درمیان جگہ دی گئی ہے جو فارسی زبان کی جان ہین - ہم اسی مثنوی مین سے انتخاباً درج کرتے ہین -

The labour of Ferhad.

On lofty Beysitoun the lingering sun
Look down on ceaseless labours, long begun.
The mountain trembles to the echoing sound.
Of falling rocks, that from her sides rebound.
Each day all respite, all repose denied —

(cont)

ملک الشعرا معزی

معزی کے ابتدائی زمانہ کا حال کچھ معلوم نہین ہی۔ مگر اپنی لیاقت اور قابلیت کی وجہ سے نظم اور امارت مین اعلےٰ درجہ کی ترقی کی۔ یہ سنہ ۱۱۰۰ء مین سلطان ملک شاہ والی اصفہان کے دربار مین امیر اور ملک الشعرا کا خطاب رکھتا تھا۔ سلطان وقتاً فوقتاً شاہانہ انعام و اکرام سے سرفراز فرماتا رہتا تھا۔ ملک الشعرا خاقانی اور کم سے کم ایران کے سو شعرا نے اسکے طرز کو پسند کیا اور اپنے کلام مین معزی کی بندش کا اتباع کیا ہی۔ ایسی شہرت کسی اور شاعر کو زندگی مین اور مرنے کے بعد نہین حاصل ہوئی۔ حیات مین تو شاگرد ہوا ہی کرتے ہین مگر معزی کے شاگرد اوسکے مرنے کے بعد بھی ہوتے۔ جنھون نے اوس کے کلام کا تتبع کیا اونمین خاقانی بہت مشہور ہی۔ جسقدر کلام ہے تصوف سے خالی نہین اسکے دیوان کا پتہ ہندوستانی کتب خانون مین تو ملتا نہین شاید ایران مین ہو۔ انگریزی ترجمہ مین سے بمجبوری کچھ انتخاب درج کیا جاتا ہے۔

Mystical Ode

What are both worlds but the sign
That presents Almighty Love?
What are beauty's rays divine,
But the beams that round Him move?
Since the floods flow from the sea,
Let the river swell with pride,
(cont)

ملک الشعرا حکیم افضل الدین خاقانی

خاقانی ایران مین نہایت لطلے پایہ کا شاعر گذرا ہی۔ اسکے فراج مین کچھ وحشت سی تھی اسلیے کہین جمکر نہین رہتا تھا۔ ایک دفعہ سلطان منوچہر کی بلا اجازت جس کے دربار مین خطاب ملک الشعرائی رکھتا تھا کہین غائب ہوگیا۔ سلطان نے گرفتار کراچھ ماہ تک شہر کے قلعہ مین قید کردیا۔ یہان بہت سے عیسائی قیدی رہا کرتے تھے۔ خاقانی دن بھر اون سے گفتگو کرتا رہتا تھا۔ مسٹر اسٹوارٹ لکھتے ہین کہ اسکی تصنیف سے ایک نظم دین مسیحی کی تعریف مین بھی ہی۔ واللہ اعلم۔ رہائی کے بعد مکہ معظمہ گیا۔ راستہ کی تکالیف مین ایک نظم لکھی ہے اسکا انتقال ۵۸۶ھ مین بمقام تبریز ہوا۔ شعراے ایران لکھتے ہین کہ خاقانی عشقیہ کلام لکھنے مین بے نظیر شاعر تھا۔

(انتخاب از ترجمہ انگریزی)

Gazel

Oh, waving cypress! cheek of rose!
Oh, jasmine-breathing bosom! say?
Tell me each charm that round her glows;
Who are ye that my heart betray;
Tyrant unkind! to whom I bow, (cont).

(THE END)